قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر بنائے تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ[1] مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد ۴ | بابت ربیع الاول ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتخابات و کلید مثنوی و تشرف و حیوة المسلمین و سیرة الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باداره محمد عثمان عامی و دفتر ہادی اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزینت نور صد ہمی گردد

[1] ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث افض بیننا بکتاب اللہ وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

فصل

حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے باپ سے اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اسکے ساتھ اسکی ایک لڑکی تھی اس لڑکی کے ہاتھون میں دو سونے کے کنگن تھے ۔ حضرت نے فرمایا کیا توان کنگنون کی زکوٰۃ دیتی ہے اس عورت نے کہا کہ نہیں فرمایا تجھکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالےٰ ان دونو کے بدلہ میں دو آگ کے کنگن پہنائے راوی کہتے ہیں اس عورت نے اُن دونون کو اُتار کر حضرت کی خدمت میں ڈالدیا اور عرض کیا یہ اللہ اور اسکے رسول کے لئے ہیں (یعنی تصدق کر دیئے) اسکو امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور لفظ ابو داؤد کے ہیں اور ترمذی دارقطنی کے الفاظ بھی اسکے قریب ہی ہیں کہ دو عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور اُن دونون کے ہاتھ میں دو کنگن سونیکے تھے آپ نے ان دونون سے فرمایا کیا تم دونون اسکی زکوٰۃ دیتی ہو انہوں نے کہا کہ نہیں آپ نے ان سے فرمایا کہ تم یہ دوست رکھتی ہو کہ اللہ تعالےٰ تم کو نار جہنم کے دو کنگن پہنائے انہون نے کہا کہ نہیں ۔ تب آپ نے فرمایا کہ اسکی زکوٰۃ دو اور اسیکو نسائی نے مرسل اور متصل کر کے روایت کیا ہے اور مرسل کو متصل سے ترجیح دی ہے ایک محدث خطابی ہیں انھون نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کیا تجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان دونون کے بدلہ میں تجھکو دو آگ کے کنگن پہنائے اس آیۃ شریف کا مصداق فرمایا ہے یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم ۔ ترجمہ یہ ہے کہ جس دن سونے چاندی پر جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اسکے ساتھ داغ دیا جائے گا انکی پیشانی اور پہلوؤن پر۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بی بی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہتی ہیں میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے میرے ہاتھ میں چاندی کے بیرون کے چھلے دیکھے فرمایا اے عائشہؓ یہ کیا ہے مین نے عرض کیا کہ میں نے ان کو بنوایا ہے۔ یا رسول اللہؐ تاکہ جناب کے حضور میں اپنی ارائش کرون فرمایا کیا اسکی زکوٰۃ ادا کرتی ہو میں نے جواب میں عرض کیا نہیں یا کوئی اور کلمہ جو اللہ نے چاہا فرمایا تم کو آگ سے یہ ہی کافی ہے اسکو ابو داؤد

۲۳

اور دارقطنی نے روایت کیا ہے خطابی نے کہا ہے اور غالب یہ ہے کہ تنہا چھلے نصاب کو نہیں پہونچتے بس اسکے یہ ہی معنے ہیں کہ ان چھلون کو اپنے باقی زیور کے ساتھ ملاکر اسکی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔

اور حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہتی ہیں میں اور میری خالہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے ہاتھون میں سونے کے کنگن تھے تو آپ نے ہم سے ارشاد فرمایا کیا تم دونون اسکی زکوٰۃ دیتی ہو اسماء کہتی ہیں ہم نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس سے نہیں ڈرتی ہو کہ اللہ تم دونون کو آگ کے کنگن پہنانے لگے اسکی زکوۃ دیا کرو اسکو امام احمد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ف یہ مشہور یزید نہیں ہے وہ بعد حضرت کے پیدا ہوا ہے اور ان کی بیٹیاں حضرت کی خدمت میں مسائل پوچھنے کو حاضر ہوتی تھیں۔

اور محمد ابن زیاد سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ رضی اللہ تعالے عنہ سے سنا انسے دریافت کیا جارہا تھا تلواروںکے زیورونکے بارہ میں کہ کیا یہ بھی کنز (حرام) سے ہے فرمایا ہاں کنز میں سے ہے ایک آدمی نے کہا یہ بوڑھا احمق ہے اسکی عقل جاتی رہی تو حضرت ابو امامہ نے فرمایا خبردار ہو میں نہیں بیان کرتا ہوں بجز اسکے کہ میں نے سُنا ہے۔

ف یعنی کہتے ہیں میں نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں کہا سب فرمودہ جناب کا ہے اب تم دیکھہ لو کہ عقل کس کی جاتی رہی اور کون احمق ہو گیا اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں بقیہ بن الولید ہے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ جبیرہ کی بیٹی ہند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسکے ہاتھ میں سُنہری انگوٹھیان تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے ہاتھ کو مارنے لگے۔ پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھہ کہا تھا اسکی شکایت کرنے لگیں حضرت فاطمہؓ نے اپنی گردن سے سونے کا توڑا کھینچا کہنے لگیں حضرت حسنؓ کے باپ نے یہ (یعنی اس جیسا) مجھکو ہدیہ کے طور پر دیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے کیا تجھکو دہوکے میں ڈال سکتی ہے یہ بات کہ تیرے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہو اور لوگ کہیں کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہے پھر تشریف لے گئے اور بیٹھے نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس توڑے کو بازار میں بھیجکر بیچ دیا اور اسکی قیمت میں ایک غلام خرید لیا اور اسکو آزاد کر دیا یہ واقعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا گیا فرمانے لگے شکر ہے خدا کا جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی توبان کو اس کلمہ میں شک ہے کہ آزاد کرنا بیان کیا یا کوئی اور کلمہ اس کے معنے میں نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ اسکو روایت کیا ہے۔

اور حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے جو کوئی عورت سونے کا ہار گلے میں پہنے گی اُسکی گردن میں قیامت کے دن اسکی برابر دوزخ کی آگ سے ہار پہنایا جائے گا اور جس کسی عورت نے اپنے کان میں سونے کی بالی پہنی اسکے کان میں اسکی برابر آگ کی بالی پہنائی جائے گی ابوداؤد اور نسائی نے اسکو کھری اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو دوست رکھتا ہو کہ اپنے محبوب کو آگ کا گلوبند پہناوے اسکو چاہیئے کہ سونے کا گلوبند پہناوے اور جو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے محبوب کو آگ کا طوق پہناوے اسکو چاہیئے کہ سونے کا طوق پہناوے اور جسکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ اپنے محبوب کو آگ کے کنگن پہنائے اسکو چاہیئے کہ سونیکے کنگن پہناوے۔ ولیکن تم چاندی کو اختیار کرو اسکے ساتھ کھیل لیا کرو اسکو ابوداؤد نے صحیح سند کیساتھ بیان کیا ہے۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن حدیثوں میں عورتوں کے سُنہری زیور پہننے پر وعید فرمائی گئی ہے کہ چند قسم کی تاویلوں کا احتمال رکھتی ہیں۔ ایک یہ کہ منسوخ ہیں اسواسطے کہ عورتوں کے لئے سُنہری زیورونکی اجازت ثابت ہے دوسرے یہ کہ یہ اُن لوگون کے حق میں ہو جو زکوۃ ادا نہیں کرتے اور نہ کہ ان لوگون کے حق میں جو زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اسپر حدیث عمر ابن شعیب وعائشہ واسماء دلالت کرتے ہیں اور علماء نے اسمیں اختلاف کیا ہے۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہون نے زیور میں زکوٰۃ واجب کی ہے اور یہ ہی مذہب عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ ابن عمر اور سعید ابن المسیب اور عطاء اور سعید ابن جبیر وعبداللہ ابن شداد ومیمون بن مہران وابن سیرین اور مجاہد اور جابر بن زید اور زہری اور سفیان ثوری اور ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کا ہے۔

اور اسیکو ابن منذر نے پسند کیا ہے اور ان لوگون میں سے جنھون نے زکوٰۃ کو زیور سے ساقط کی ہے عبداللہ ابن عمر اور جابر ابن عبداللہ اور اسماء بنت ابی بکر اور عائشہ اور شعبی اور قاسم ابن محمد اور امام مالک اور امام احمد اور اسحق اور ابو عبیدہ ہیں منذر نے کہا ہے امام شافعی نے بھی جب وہ عراق میں تھے یہی کہا تھا پھر مصر میں اس سے توقف کیا اور فرمایا یہ انہی مسائل میں ہے جنہین میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں اور خطابی نے کہا ہے کہ آیات کا ظاہری مطلب اُنہی لوگون کے قول کی شہادت دیتا ہے جنھون نے زیورون میں زکوٰۃ واجب کی ہے اور حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے اور جن لوگون نے زکوٰۃ کو ساقط کیا ہے وہ نظر (اور قیاس) کی طرف گئے ہیں اور اسکے ساتھ کچھہ حدیث سے بھی ثابت ہے اور احتیاط اسکے ادا کرنے میں ہے اللہ اعلم بالصواب۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ وعید ان عورتون کے حق میں ہے جو زیور سے زینت کرتی ہیں (یعنی علاوہ شوہر کے اغیار پر) اور اسپر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی ابوداود نے ربعی ابن خراش سے بواسطے اپنی بی بی کے حذیفہ کی بہن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اے عورتونکی جماعت تم کو چاندی میں کیا ہوا کہ اسکا زیور نہیں بناتیں ہوشیار ہوجاؤ کوئی تم میں سے ایسی عورت نہیں ہے کہ سنہری زیور پہنے اور اسکو ظاہر کرے اور اسکی وجہ سے عذاب نہ دیجائے اور حذیفہ کی بہن کا نام فاطمہ ہے اور اس حدیث کے بعض طریقون میں نسائی کے نزدیک ربعی اور حذیفہ کی بہن کے درمیان میں ایک اور عورت کا واسطہ ہے اور حذیفہ کی کئی بہنیں ہین جنھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو پایا ہے اور نسائی نے عورتون کے زیور اور سونیکے ظاہر کرنیکی کراہت میں ایک باب باندھا ہے پھر اسکو عقبہ ابن عامر کی حدیث سے شروع کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کو زیور اور ریشم سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو دوست رکھتی ہو تو انکو دنیا میں مت پہنو اور یہ حدیث ہے جسکو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ چوتھا احتمال یہ ہے کنگن اور انگوٹھیون کی حدیثوں میں ممانعت اس بنا پر فرمائی کہ انکو بھاری دیکھا تھا جو موقع فخر اور تکبر کا تہا اور باقی حدیثیں اسی توجیہ پر محمول ہیں۔ اور اس احتمال میں کچھہ تامل ہے اور اسپر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جسکو نسائی نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ

۲۶

وسلم نے سونیکے پہننے سے منع کیا ہے بجز مقطع کے اسکو ابو داؤد اور نسائی نے بھی ابو قلابا کے واسطہ سے حضرت معاویہ ابن سفیان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چیتے کی کھال پر سوار ہونے اور سونا پہننے سے منع فرمایا ہے بجز مقطع کے اور ابو قلابہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سُنا لیکن نسائی نے قتادہ سے اور انھوں نے ابو قتادہ سے اور انھوں نے ابو شیخ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ سے سنا پس اسی کے قریب مضمون ذکر کیا ہے اور یہ سند متصل ہے اور ابو شیخ ثقہ ہیں مشہور ہیں۔

ف خطابی نے ابو داؤد کی حاشیہ پر مقطع کے معنے یسیر کے ہیں یعنی ذرا سا جیسے لونگ وغیرہ ۱۲ منہ۔

اور ترمذی اور نسائی اور صحیح ابن حبان نے عبد اللہ ابن بریدہ سے بواسطہ انکے باپ کے مروی ہے کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تجھپر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں پس حدیث کو ذکر کیا یہانتک کہ اُس شخص نے عرض کیا کس چیز سے انگوٹھی بناؤں فرمایا چاندی سے اور ایک مثقال پورا نہ کرنا (مثقال ۴۔ ماشہ کا ہوتا ہے) اللہ اعلم بالصواب۔

۲۷

پرہیزگاری کیساتھ خدمت صدقات اسلام بجالانیکی ترغیب اور اسمین زیادتی اور خیانت کرنیسے ڈرانا اور جو اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرتا ہو اسکو کام ترک کرنے کا استحباب

حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حق کیساتھ صدقہ کا کام لوجہ اللہ کرنیوالا مثل غازی فی سبیل اللہ کے ہے اہل میں واپس ہونے تک اسکو امام احمد نے نقل کیا ہے اور ابو داود و ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے حدیث حسن کہی ہے۔

اور اسکو طبرانی نے کبیر میں عبد الرحمن ابن عوف سے روایت کیا ہے اور اسکے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی عامل سے کام لیا گیا پس اس نے اپنا حق لیا اور جو دینے کا حق

تھا وہ دیا برابر مثل مجاہد فی سبیل اللہ کے رہیگا جبتک کہ گھر کو واپس آوے۔

اور حضرت ابو موسے اشعری رضی اللہ تعالے عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مسلمان امانت دار خزانچی کہ جو کچھ حکم کیا جاتا ہے اسکو (خزانہ سے) نکالکر کامل اور پورا اپنے نفس کی خوشی کے ساتھ دیتا ہے اور اس شخص کو پہنچا دیتا ہے جسکے واسطے حکم کیا جاتا ہے یہ بھی دو تصدق کرنیوالون میں سے ایک ہے مطلب یہ ہے (جو خزانچی امانت دار ہے اور جو اُسکا آقا خیرات کرنے کو کہتا ہے اسکو خوشی دل سے پورا پورا کر دیتا ہے یہ بھی مثل آقا کے خیرات کا اجر پاتا ہے) اسکو بخاری اور مسلم اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا بہترین کمائی عامل کی کمائی ہے جب خیر خواہی کرے اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت مسعود ابن قبصیہ یا قبیصتہ ابن مسعود سے مروی ہے قبیلہ محارب میں سے اس محلہ نے صبح کی نماز پڑہی جب نماز پڑھ چکے تو انمین سے ایک جوان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے عنقریب زمین کی مشرقین اور مغربین تمہارے لئے فتح کر دیجائینگی اور انکے عاملین (یعنی حکام ملازمین) آگ میں ہونگے مگر جو خدا سے ڈرا اور امانت کو ادا کر دیا اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اسکی سند میں شقیق بن حیان ہیں اور وہ مجہول ہیں اور میں مسعود کو نہیں پہچانتا۔

اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انسے فرمایا بنی فلان کے صدقات (وصول کرنے) پر مقرر ہو اور غور کر لینا کہ قیامت کے دن جوان اونٹ کو اپنے کاندہے یا مونڈہے پر اٹھاتے ہوئے لاؤگے کہ وہ قیامت کے دن ڈکرائیگا انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس خدمت کو مجھسے واپس لیجئے بس آپنے واپس لیلیا اسکو امام احمد اور بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد کے راوی ثقہ ہیں صرف اتنا ہی کہ سعید ابن مسیب نے سعد کو نہیں پایا اور اسکو بزار نے بھی ابن عمر سے روایت کیا ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت سعد ابن عبادہ کو بھیجا پھر مثل حدیث سابق بیان کیا

۲۸

اور اسکے راوی حدیث صحیح میں قابل حجت ہیں۔

اور حضرت عبداللہ ابن بریدہ بواسطے اپنے باپ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا اور اسکو اسکا حق دیدیا پھر اسکے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو صدقہ وصول کرنے پر معمور کرکر بھیجا پھر فرمایا اے ابوسعید اللہ سے ڈرنا ایسا نہو کہ تم قیامت کے دن اونٹ کو اپنے اوپر لادے ہوئے لاؤ وہ بلبلاتا ہوا یا ڈکراتی ہوئی گائے اور یا ممیاتی ہوئی بکری عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ ایسا ہے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جسکے قبضہ میں ہے عرض کیا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کبھی آپکے کسی کام پر ملازم نہ ہونگا اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

اور حضرت عدی بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہم نے تم میں سے جس کسیکو کسی کام پر مقرر فرمایا ہے پھر اُس نے ہم سے ایک سوئی یا اور زیادہ (چھوٹی چیز) کو چھپایا یہ خیانت ہوگی جس کو دن قیامت کے لائے گا ایک سیاہ فام آدمی انصار میں سے آپکی طرف بڑھا (جسکی صورت مجھکو ایسی یاد ہے) گویا کہ میں اسکی طرف دیکھ رہا ہوں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ اپنا عمل مجھسے واپس لیجئے فرمایا (کیوں) اور تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے آپ سے سُنا ہے ایسا ایسا فرماتے تھے آپنے فرمایا میں تو اب بھی کہتا ہوں ہم نے تم میں سے جس کسیکو کسی کام پر مقرر کیا ہے اسکو ہر کم وبیش حاضر کرنا چاہیے جو اسمیں سے دیا جائے لیلے اور جس سے منع کیا جائے باز رہے اسکو مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں قبیلہ ازد سے ایک آدمی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ پر عامل بنایا جس کو ابن لتبیہ کہتے تھے جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا یہ جناب کا ہے اور یہ مجھکو ہدیہ کیا گیا ہے ابوحمید کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا۔ اما بعد بس میں تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر اُن کاموں میں سے جنکا مجھکو اللہ نے والی بنایا ہے مقرر کرتا ہوں وہ آتا ہے اور کہتا ہے

یہ تمہارا ہے اور یہ ہدیہ ہے کہ میرے واسطے دیا گیا ہے اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھتا۔ تاکہ اگر وہ سچا ہے تو اسکے پاس اسکا ہدیہ آئے خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو بغیر حق کے اگر لیگا تو ضرور اسکو اپنے اوپر لادے ہوئے قیامت کے دن خدا سے ملے گا بس میں تم میں سے کسی شخص کو نہ پہچانوں۔ بلبلاتے اونٹ کو یا ڈکراتی گائے کو یا ممیاتی بکری کو اٹھائے ہوئے اللہ سے ملے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اتنے کہ آپکے دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ فرماتے تھے اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی اسکو بخاری مسلم ابوداود نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ مجھکو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عامل بنا کر بھیجا پھر فرمایا جاؤ ابومسعود میں تم کو قیامت کے دن ایسا نہ پاؤں کہ اپنی پشت کے اوپر صدقہ کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ خیانت کا بلبلاتا ہوا لیکر آؤ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اب تو نہیں جاؤنگا فرمایا کہ میں بھی تم کو مجبور نہیں کرتا اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور ابورافع رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم عصر کی نماز پڑھکر بنی عبدالاشہل کی طرف چلے جایا کرتے تھے انکے پاس باتیں کیا کرتے تھے حتی کہ مغرب کے واسطے تشریف لے آتے تھے ابورافع نے کہا ہے اس اثنار میں کہ حضور مغرب کی نماز کو تیز آرہے تھے ہم بقیع پر گذرے آپ نے فرمایا اُفٍّ لک اُفٍّ لک بس میرے دل کے اندر یہ بڑی بات معلوم ہوئی اور میں پیچھے ہٹا اور یہ خیال کیا کہ آپ مجھی کو لک سے مراد لے رہے ہیں پھر آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا چل میں نے عرض کیا کہ آپ نے ایک نئی بات کی ہے آپنے فرمایا اور تیرے لئے کیا ہے میں نے عرض کیا آپ نے مجھکو اُف فرمایا ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن فلاں آدمی کو ہم نے بنی فلاں پر عامل بنا کر بھیجا تھا اسنے ایک کملی خیانت کر لی اسی کے موافق اسکو آگ کا کرتہ پہنایا گیا اسکو نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ میں تمہاری کمرونمیں ہاتھ ڈالکر کھینچنے والا ہوں آگ (میں گرتے) سے کہتا ہوں بچ آؤ آگ سے بچ آؤ آگ سے اور تم مجھ پر غالب آجاتے ہو زبردستی سے اسمیں گرتے ہو مثل برساتی کیڑوں کے۔

(باقی آئندہ)

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا

کتاب الجمعہ

یعنی جزو ثانی کتاب الصّلوٰۃ

از تادیب و تہذیب

ترجمہ

ترغیب و ترہیب

حسب فرمائش محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

(محبوب المطابع دہلی میں طبع ہوا)

اطلاع ضروری

متعلق بعض مضامین ترجمہ ترغیب و ترہیب مندرجہ الہادی بابت شوال ۴۶ھ

صفحہ ۳ سلسلہ رسالہ و صفحہ ۹ سلسلہ ترجمہ سطر ۱۶ و ۱۷۔ اس رسالہ میں یہ عبارت ہے کہ ہفتہ کے چھ دنوں میں ہمارے درود آپ پر بواسطہ ملائکہ پیش ہوتے ہیں اور جمعہ و شب جمعہ میں بلا واسطہ حضور کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اھ چونکہ اسکے ساتھ اسکی دلیل مذکور نہیں اسلئے بعض دیندار حضرات نے اسپر شبہ پیش کیا جسکی تحقیق مدت سے جاری ہے بعد استقصاء تام جو آخری تحقیق قرار پائی وہ ذیل میں منقول ہے۔

(ایڈیٹر)

اس باب میں کوئی دلیل صریح نہیں ہے محض استنباط کی بناء پر لکھدیا گیا ہے اور استنباط بھی بعید و مخدوش ہے بلکہ اسی حدیث میں جو معروضہ کا لفظ وارد ہے وہ ظاہراً اسکے خلاف پر دال ہے کیونکہ اوسکا مقتضائے متبادر تغائر ہے درمیان مصلی و عارض کے پس یہ عرض بھی بواسطہ ملئکہ کے ہوا اور فرق درمیان جمعہ و غیر جمعہ کے دوسرے وجوہ سے بھی ہو سکتا ہے عرض بواسطہ و بلا واسطہ میں منحصر نہیں اور اسکی مفصل تحقیق امداد الفتاوی میں ہے جو اپنے موقع پر شائع ہونے کو ہے واللہ اعلم۔

کتبہ اشرف علی

۶ صفر ۴۷ھ

تھی اسوقت تک کوئی صورت طے نہیں ہوئی تھی اب طے ہوگئی لہذا اس پرچہ میں شائع کرتا ہوں (مقدم)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مدظلہم کی مفید عوام و خواص افراط و تفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری اور عجیب کتاب

بعد حمد و الصلوٰۃ کہ اس زمانہ پُرفتن مین منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم مین ہوئی کسی نے تو قوالی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھہ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا اسیطرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیان کین اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہونچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہو گئے اور بعض حضرات ایسے ٹرے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت کے سمجھکر اسکے نام سے کوسون بھاگنے لگے ان کو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوہ پیدا ہو گئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیئے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں۔ نظر بران حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اسکے ضروری مسائل کی تحقیق جسمین لوگ غلطیان کرتے ہیں واضح ہو گئین جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انکو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ تمام اشکال حل ہو نیکے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کارآمد ہیں

قیمت صرف پانچروپے۔ (پانچ)

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

اَلہَادِی

دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقفِ اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے جاری ہوا ہے جسکی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے اور بصورت وی۔ پی دو روپے بارہ آنے۔ (۲/۱۲)

پتہ:۔ محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی

اُصول و مقاصد رسالہ الہادِی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹیل تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (۲/۸) ہیں

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے (۲/۱۲) کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی بھیجیگا

(۵) جن حضرات خریداران کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجینگے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

اور اگر الہادی کی جلد اوّل و دوم و سوم درکار ہوں طلب فرماویں۔ مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

پس معلوم ہوا کہ نہ دعا کے بھروسہ تدبیر کو چھوڑ دے اور نہ تدبیر کا ایسا ہو رہے کہ خدا پر نظر نہ رہے بلکہ دعا اور تدبیر دونوں کرنی چاہئیں اور یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اصل طریقہ ہے حضورؐ کی عادتوں سے تو یہانتک اسکا پتہ چلتا ہے کہ معجزے جنمیں تدبیر کو کچھہ دخل نہیں حضور نے ان میں بھی تدبیر اور ظاہری سبب کا لحاظ رکھا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جنگ احزاب[۵] میں جبکہ خندق کھودا جارہا تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کہانا تھوڑا تھا حضور نے انکو فرمایا کہ ہانڈی چولہے سے مت اتارنا پھر آمیں آکر اپنا تھوک ملا دیا وہ تھوڑا سا کھانا لشکر کو کافی ہوگیا اسیطرح حدیث میں اور بھی معجزون کے قصے آئے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ مین بھی تدبیر اور ظاہری سبب کی تھوڑی سی رعایت کی گئی ہے جیسے اسی قصہ میں ہانڈی کا چولھے پر رکھا رہنا اور تھوک دینا تدبیر کی رعایت کے لئے تھا ورنہ ویسے بھی تو کھانا بڑہ سکتا تھا۔ غرض یہ طریقہ ہے توکل کا کہ اسکے ساتھ تدبیر کی بھی رعایت کیجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکو سیکھنا چاہیئے۔ اب سنئے کہ دعا سے غفلت کرنے کے کیا کیا سبب ہیں سو ایک سبب تو یہ ہے کہ حضور کے طریقہ سے غافل رہکر صرف تدبیر ہی پر بھروسہ کرلیا ہے جس کی وجہ عقیدہ کی کمزوری اور خدا پر نظر نہ رکھنا ہے۔ اب ایک دوسرا سبب دعا نہ کرنے کا سنئے وہ یہ کہ عقیدہ تو دعا کا ہی مگر یہ خیال ہوجاتا ہے کہ ہم دعا[۶] کے قابل نہیں ہم کیا دعا کریں حالانکہ یہ اصل میں شیطان کا ایک وسوسہ ہے جسکو تواضع کی صورت میں اس نے ظاہر کیا ہی تاکہ لوگ اسکو تواضع سمجھکر دعا کی برکتون سے محروم ہوجائیں پس یہ وسوسہ بھی دل میں نہ لانا چاہیئے کہ ہم دعا کے قابل ہی نہیں دعا کیا کرین اور دعا بہت کوشش سے کرنی چاہیئے کہ وہ خالی نہیں جاتی اگر اور کچھہ نہ ہو تو یہ کیا کچھہ کم ہے کہ آخرت کے لئے اسکا ثواب جمع رہتا ہے اسیطرح اگر کوئی شخص نماز میں بھی یہ حیلہ نکال لے جیسا کہ دعا میں کرلیا ہے کہ جبتک نماز میں دل حاضر نہ ہو اسوقت تک نماز ہی کیا ہوگی تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص نماز چھوڑ بیٹھے گا بس ایسے وسوسے کچھہ اعتبار

---

[۵] یہ ایک لڑائی کا نام ہے جو کافروں کے ساتھہ ہوئی تھی ۱۲

[۶] چنانچہ ایک بار ایک شخص نے مجھہ سے قرض کی شکایت کی میں نے کہا دعا کرو کہنے لگا زبان دعا کے قابل ہی نہیں میں نے کہا تو پھر کلمہ کیون پڑھتے ہو کیا تمہاری زبان کلمہ کے قابل ہے اور دعا کے قابل نہیں۔ بس چپ رہگیا ۱۲ منہ

کے لائق نہیں جو کچھ جیسا کچھ ہو سکے کرنا چاہیئے بھلا بُرا جو کچھ بھی ہو خدا کے دروازہ پر آنا چاہیئے ہم پر یہ خدا تعالےٰ کی عنایت و مہربانی ہے کہ وہ ہماری بد اعمالی اور خراب حالی کو جانتے ہیں اور اسپر بھی ہم کو اپنی عبادت اور اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیتے ہیں جب وہ جان بوجھکر ہم سے کھوٹے مال مانگتے ہیں یعنے ہماری بُری بھلی عبادت کو بھی قبول کرتے ہیں تو پھر ہم کو اپنی نالائقی کا عذر کرنا کس درجہ بیوقوفی ہے خلاصہ یہ کہ اپنے آپ کو دُعا کے قابل نہ سمجھنا دوسرا سبب تھا دعا کے نہ کرنے کا جسکی پورے طور سے اصلاح کر دی گئی۔ اب تیسرا سبب بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بعضے اس خیال سے دُعا نہیں کرتے کہ قبول تو ہوتی ہی نہیں پھر دُعا سے کیا فائدہ سو خود یہی سمجھنا غلط ہے کہ خداوند تعالےٰ قبول نہیں کرتے کیونکہ کمی تو خود اپنی طرف سے ہے کہ دل لگاکر عاجزی کے ساتھ دُعا نہیں کرتے جو کہ دعا کی جان ہے صرف زبان سے کہدینا کیا دُعا ہوئی حدیث میں ہے کہ بلا دل لگائے جو دعا کیجاتی ہے خدا تعالےٰ اسکو قبول نہیں کرتے سو یہ قصور تو اپنا ہی ورنہ وہ تو سب پر مہربان ہیں اور انکے فضل و احسان سب کو گھیرے ہوئے ہیں لیکن جب خود اپنی ہی طرف سے کمی ہو تو اسکا کیا علاج ہے

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر　+　تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اسیطرح ہم لوگ دُعا میں کبھی یہ خرابی کرتے ہیں کہ ناجائز بات کی دعا کرتے ہیں پھر یہ دُعا کیسے قبول ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ دعا اسوقت تک قبول کرتے ہیں جبکہ گناہ اور رشتے داروں کی حق تلفی کی دُعا نہ ہو سو بعض دفعہ اکثر دُعائیں گناہ کی ہوتی ہیں اب انکا قبول نہ کرنا بھی خدا تعالےٰ کی رحمت ہے جیسے کہ موروثی زمین کے جھگڑے میں یہ دُعا کرنا کہ اسپر میرا قبضہ رہے سو یہ دُعا تو خود گناہ ہے ایسے ہی بعض لوگ بزرگوں سے یہ دُعا کراتے ہیں کہ ہمارا لڑکا فلاں امتحان میں پاس ہو جائے اسکو ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری وغیرہ ملجائے سو یہ دعا ہی سرے سے ناجائز ہے کیونکہ حکومت کی اکثر نوکریاں شرع کے خلاف ہیں اور یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ بزرگوں کے مریدوں میں سے بعض ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری وغیرہ حکومت کے عہدوں پر ہوتے ہیں سو اگر یہ نوکری ناجائز ہے تو وہ بزرگ انکو کیوں نہیں روکتے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ نوکریاں ہیں تو ناجائز مگر جو لوگ یہ نوکریاں کرتے ہیں انکے روزگار کی صورت

دعا سے غفلت کا تیسرا سبب

دعا میں دوسری کوتاہی

سوائے اسکے اور کچھ ہے نہیں اگر انکو اس سے علیحدہ کردیا جائے اور وہ نوکری چھوڑ دیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بسر اوقات کی اور کوئی صورت نہ ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ کسی گناہ میں پھنسینگے سو حقیقت میں ان کو اجازت نہیں دیجاتی بلکہ اور بہت سے بڑے گناہوں سے بچاکر ایک چھوٹے گناہ پر رکھا جاتا ہے۔ اور ایسی دعا میں خود بزرگون اور عالمون کو احتیاط کرنی چاہیئے کہ ناجائز مقدموں کے واسطے دعا نہ کیا کریں کیونکہ انکی دُعا بھی خود گناہ ہے اور دُعا کرانے والا چونکہ غرضمند ہوتا ہے اسلئے اُسکے بیان پر اعتبار اور بھروسہ نہیں چاہیئے اور اگر کسی کے رنجیدہ ہونے کے خیال سے انکار نہ کرسکیں تو یوں دُعا کریں کہ یا الٰہی جسکا حق ہو اسکو دلوا دیجئے خلاصہ یہ کہ ناجائز کام کی دُعا نہ اپنے لئے کرے نہ غیر کے لئے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ ہماری دُعا کا قبول نہ ہونا صرف ہماری کوتاہی اور قصور کی وجہ سے ہے اور اگر ہماری کوتاہی اور قصور نہ ہو تو بعض دفعہ اس وجہ سے قبول نہیں ہوتی کہ جس کام کے لئے بندہ دُعا کرتا ہے وہ حقیقت میں اسکے لئے بہتر نہیں ہوتا اور مصلحت کے خلاف ہوتا ہے اسلئے بوجہ رحمت کے اللہ تعالےٰ قبول نہیں فرماتے اسکی ایسی مثال ہے جیسے بچہ انگارے کو اچھا سمجھکر منہ میں ڈالنے لگے تو ماں باپ شفقت و محبت سے منع کرتے ہیں اور اسکے ہاتھ سے چھین لیتے ہیں چنانچہ حکایت ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے یہ دُعا کرانا چاہی کہ مجھے کل بات معلوم ہوجایا کرے کہ میری تقدیر میں کیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اسکو نصیحت کی کہ اسکو جانے دے اس خیال میں نہ پڑا سنے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا اُنھون نے دُعا کردی اور وہ قبول ہوگئی چنانچہ اسکو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مرجاتے گا اسنے فوراً بازار میں جاکر اسے بیچ ڈالا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مرجائے گا وہ اسکو بھی بیچ آیا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مرجاؤنگا اب بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السّلام سے جاکر عرض کیا کہ کیا کروں وحی آئی کہ اس سے کہدو کہ تجھکو منع کیا تھا کہ اس خیال میں نہ پڑ کہ کل کی بات معلوم ہوجایا کرے تو نے نہ مانا آخر تو نے اسکا نتیجہ دیکھا۔ اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا گھوڑے پر پڑجائے تو نے اسکو جدا کردیا ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو نے اسکو بھی جدا کردیا اب تو ہی رہ گیا اگر تجھکو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیون بیچا جاتا اور تو موت کے منہ میں کیون پڑتا اسسے

۱۱

[illegible]

معلوم ہوا کہ اپنی بعض مصلحت انسان نہیں سمجھتا دیکھتے اس شخص کو کل کی بات معلوم کر لینے سے کیسی پریشانی اُٹھانی پڑی۔

(۲) بعض لوگ ذکر و شغل کرتے ہیں اور کسی خاص حالت کو اپنی غلطی سے مقصود سمجھ لیتے ہیں۔ اور جبکہ وہ حالت حاصل نہیں ہوتی تو غمگین ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کچھ حاصل نہیں ہوا یہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں اصل مقصود حق تعالےٰ کی رضامندی ہے جسکا طریقہ ذکر اور عبادت ہے جسکو یہ حاصل ہے اسکو سب کچھ حاصل ہے تو انکو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ذکر اور عبادت کی توفیق تو دی ہے حقیقت میں خدا کی طلب اور درد و غم بھی بڑی نعمت ہے جسکا شکر کرنا چاہیئے اگر کوئی مرید حضرت حاجی صاحبؒ سے اس بات کی شکایت کرتا کہ حضرت ذکر و شغل سے کوئی کیفیت پیدا نہ ہوئی تو فرماتے کہ خدا کا شکر کرو اپنا نام لینے کی توفیق تو دی ہے اور فرمایا کرتے کہ جس عبادت کے بعد پھر دوبارہ اس عبادت کی توفیق ہو یہ علامت ہے پہلی عبادت کے قبول ہونیکی اور عاشقونکی نظر تو قبول ہونے پر ہوتی ہی نہیں مجنوں کا قصہ ہے کہ جنگل بیابان میں اکیلا بیٹھا ہوا اور انگلیوں سے ریگ پر کچھ لکھ رہا تھا کسی شخص کا اسطرف سے گذر ہوا تو اس نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو یہ خط کس کے پاس بھیجو گے مجنوں نے جواب دیا کہ اپنی تسلی کیلئے لیلیٰ کے نام کی مشق کرتا ہوں تو خدا کے عاشقونکو مجنوں سے تو کم نہ ہونا چاہیئے کیا اسکے نام کی مشق کچھ کم دولت ہے جو اور چیزونکی تمنا کیجاتی ہے۔

(۳) اور علاوہ اسکے کہ وہ دعا اسکے حق میں مناسب نہ ہو کبھی قبول نہ ہونے کی یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ اسکا ثواب آخرت کیلئے جمع کیا جاتا ہے تو بڑا تعجب ہے کہ آخرت کیلئے ذخیرہ جمع ہو جانے سے بھی مسلمان کو صبر نہ آئے اور دُنیا کا فائدہ حاصل نہ ہونے پر افسوس کرے جو پورے مسلمان ہیں وہ تو آخرت کی نعمتون کے مقابلہ میں دُنیا کی بادشاہت کو بھی گرد سمجھتے ہیں ایکدفعہ سلطان سنجر نے جو کہ ملک نیمروز کے بادشاہ تھے بڑے پیر صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ اگر آپ قبول فرمائیں تو میں مُلک نیمروز آپکو ہدیہ کرتا ہوں آپ نے انکار کر دیا کہ ہمارے نزدیک ملک نیمروز کی ایک جو کے برابر بھی قدر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دُعا نہ کرنے کے یہ چند سبب بیان کئے گئے ہیں سمجھدار آدمی انہیں سے اور سبب بھی معلوم کر سکتا ہے فقط۔

سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا پانچواں وعظ ختم ہوا اب چھٹا ماہ آیندہ میں شروع ہوگا (مدیر)

روحِ ہشتم

جو شعر ہذا کا مصداق ہے ؎ فتوح فی فتوح فی فتوح ✤ وروح فوق روح فوق روح
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کو اپنے دل میں جمانا جس سے آپکی محبت بھی بڑھے اور جس سے اُن عادات کو اختیار کرنے کا بھی شوق ہو۔ اب چند آتییں اور حدیثیں اس باب کی لکھتا ہوں (۱) فرمایا اللہ تعالی نے اور بیشک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں (سورہ نون (۲) فرمایا اللہ تعالی نے (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جنکو تمہاری (تکلیف) مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑی خواہشمند رہتے ہیں (بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ (تو) بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (سورہ توبہ) (۳) فرمایا اللہ تعالی نے اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے تمہیں فرماتے کہ اُٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالے صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتے (سورہ احزاب)
ف کیا انتہا ہے آپکی مروت کا کہ اپنے غلاموں کو بھی یہ فرماتے ہوئے شرماتے تھے کہ اب اپنے کام میں لگو اور یہ لحاظ اپنے ذاتی معاملات میں تھا اور احکام کی تبلیغ میں نہ تھا یہ آتییں تھیں آگے حدیثیں ہیں (۱) حضرت انس رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس برس خدمت کی آپنے کبھی مجھکو اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلانا کام کیوں کیا اور فلانا کام کیوں نہیں کیا (بخاری ومسلم) ف ہر وقت کے خادم کو دس برس کے عرصہ تک ہوں ہاں نہ فرمایا یہ معمولی بات نہیں کیا اتنے عرصہ تک کوئی بات بھی خلاف مزاج لطیف نہ ہوئی ہوگی (۲) اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر خوش خلق تھے آپ نے مجھکو ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤنگا (یہ بچپن کا اثر تھا) میں ہاں سے چلا تو بازار میں چند کھیلنے والے لڑکوں پر گذرا اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر میری گردن پکڑلی میں نے آپکو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے آپ نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ میں جا رہا ہوں (مسلم) (۳) اُن ہی سے روایت ہے کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپکے بدن مبارک پر ایک نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا چادرہ تھا آپکو ایک بدوی ملا اور اسنے آپکو چادرہ پکڑ کر بڑی زور سے کھینچا اور آپ اسکے سینہ کے قریب جا پہونچے پھر کہا اے محمد میرے لئے بھی اللہ کے اس مال میں سے دینے کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے آپ نے اسکی طرف التفات فرمایا پھر ہنسے پھر اسکے لئے عطا فرمانے کا حکم دیا (بخاری ومسلم) (۴) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ نہیں دیتا اگر ہوا دیدیا ورنہ اسوقت

معذرت اور دوسرے وقت کے لئے وعدہ فرمالیا) (بخاری و مسلم) (۵) حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو (آپ ہی کی تھیں اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں آپ نے اسکو سب دیدیں وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم مسلمان ہوجاؤ واللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہجانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے (مسلم) (۶) جبیر بن مطعم رضہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ چل رہے تھے جبکہ آپ مقام حنین سے واپس ہورہے تھے آپکو بدوی لوگ لپٹ گئے اور آپسے مانگ رہے تھے یہانتک کہ آپکو ایک ببول کے درخت سے اڑادیا اور آپکا چادرہ بھی چھین لیا آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا میرا چادرہ تو دیدو اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تم میں تقسیم کردیتا پھر تم مجکو نہ بخیل پاؤگے نہ جھوٹا نہ تھوڑے دل کا (بخاری) (۷) حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے مدینہ (والوں) کے غلام اپنے برتن لاتے جنمیں پانی ہوتا تھا سو جو برتن بھی پیش کرتے آپ (برکت کیلئے) اسمیں اپنا دست مبارک ڈالدیتے بعض اوقات سردی کی صبح ہوتی تب بھی اپنا دست مبارک اسمیں ڈالدیتے (مسلم) (۸) ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کوسنا دینے والے تھے کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے فلانے شخص کو کیا ہوگیا اسکی پیشانی کو خاک لگ جاوے (جس سے کوئی تکلیف ہی نہیں خصوص اگر سجدہ میں لگ جاوے تب تو یہ دعا ہے نمازی ہونیکی اور نماز میں خاصیت ہے بری باتوں سے روکنے کی تو یہ اصلاح کی دعا ہوئی) (بخاری) (۹) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر شرمگیں تھے کہ کنواری لڑکی جیسے اپنے پردہ میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ سو جب کوئی بات ناگوار دیکھتے تھے تو (شرم کے سبب زبان سے نہ فرماتے مگر) ہم لوگ اسکا اثر آپکے چہرہ مبارک میں دیکھ لیتے تھے (بخاری و مسلم) (۱۰) اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کیا کام کیا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے (جسکی کچھ مثالیں اگلی حدیث میں آتی ہیں) (بخاری) (۱۱) حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا جوتہ گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کرلیتے تھے جسطرح تم میں معمولی آدمی اپنے گھر میں کام کرلیتا ہے اور حضرت عائشہؓ نے یہ بھی کہا کہ آپ منجملہ بشر کے ایک بشر تھے (گھر کے اندر مخدوم اور ممتاز ہوکر نہ رہتے تھے) اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسیکی چڑھ گئی ہو کیونکہ آپ اس سے پاک تھے) اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے (یہ مثالیں ہیں گھر کے کام کی کیونکہ ازواج میں

۴۴

یہ کام گھر والون کے کرنیکے ہوتے ہیں) اور اپنا (ذاتی) کام بھی کر لیتے تھے (ترمذی) (۱۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو ہان راہ خدا میں جہاد اس سے مستثنےٰ ہے (مراد وہ مارنا ہی جیسے غصہ کے جوش میں عادت ہی) اور آپکو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جسمین آپ نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزون میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اسوقت آپ اللہ کیلئے اس سے انتقام لیتے تھے (مسلم) (۱۳) حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ میں آٹھ برس کا تھا اسوقت آپکی خدمت میں گیا تھا اور دس برس تک مینے آپکی خدمت کی میرے ہاتھون کوئی نقصان بھی ہو گیا تو آپنے کبھی ملامت نہیں کی اگر آپکے گھر والونمیں سے کسی نے ملامت بھی کی تو آپ فرماتے جانے دو اگر کوئی (دوسری) بات مقدر ہوتی تو وہی ہوتی (مصابیح بلفظہ و بیہقی مع تغییر یسیر) (۱۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کرتے تھے کہ آپ مریض کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور جنازہ کیساتھ جاتے تھے الخ (ابن ماجہ و بیہقی) (۱۵) حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو آپ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں سے خود نہ نکالتے تھے یہانتک کہ وہی اپنا ہاتھ نکال لیتا تھا اور نہ اپنا منہ اسکے مونہ کی طرف سے پھیرتے تھے یہانتک کہ وہی اپنا مونہ آپکی طرف سے پھیر لیتا تھا اور آپ کبھی اپنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے اپنے زانو کو بڑھاتے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سبکی برابر بیٹھتے تھے) ایک مطلب ہو سکتا ہے کہ زانو سے مراد پانو ہو یعنی آپ کسیکی طرف پانو نہ پھیلاتے تھے (ترمذی) (۱۶ و ۱۷) شمائل ترمذی باب تواضع و باب خلق میں دو لمبی حدیثیں ہیں انمیں سے بعضے جملے نقل کرتا ہوں حضرت حسینؓ اپنے والد حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے مکان میں تشریف لیجاتے تو مکان میں رہنے کے وقت کو تین حصونپر تقسیم فرماتے ایک حصہ اللہ عزوجل (کی عبادت) کیلئے اور ایک حصہ اپنے گھر والونکے (حقوق ادا کرنیکے) لئے اور ایک حصہ اپنی ذات خاص کیلئے پھر اپنے خاص حصہ کو اپنے اور لوگونکے درمیان اسطرح پر تقسیم فرماتے کہ اس حصہ (کے برکات) کو اپنے خاص اصحاب کے ذریعہ سے عام لوگوں تک پہنچاتے (یعنی اس حصہ میں خاص حضرات کو استفادہ کیلئے اجازت تھی پھر وہ عام لوگوں تک ان علوم کو پہنچاتے) اور اس ندکو رحصہ امت میں آپکی عادت یہ تھی کہ اہل فضل (یعنی اہل علم و عمل) کو (حاضری کی) اجازت دینے میں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے اور اسوقت کو بقدر انکی دینی فضیلت کے تقسیم کرتے تھے کیونکہ کسیکو ایک ضرورت ہوتی کسیکو دو ضرورتیں ہوتیں کسیکو کئی ضرورتیں ہوتیں آپ (اسی نسبت سے) انکے ساتھ مشغول ہوتے اور انکو بھی ایسے کام میں مشغول رکھتے جسمیں انکی اور امت کی مصلحت ہو جیسے مسئلہ پوچھنا اور مناسب حالات کی اطلاع دینا اور آپکے سب طالب ہو کر آتے اور (علاوہ علمی فوائد کے) کچھ کھا پی کر واپس جاتے اور دین کے ہادی بنکر نکلتے (یہ رنگ تھا مجلس خاص کا) پھر مینے اپنے باپ سے آپکے باہر تشریف لانیکی بابت پوچھا انھوں نے اسکی تفصیل بیان کی جسکو میں انہی کی دوسری حدیث سے نقل کرتا ہون) حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر وقت کشادہ رو نرم خو نرم مزاج تھے آپکے سامنے لوگ آپسمیں جھگڑتے نہ تھے اور جب آپکے روبرو کوئی بات کرتا اسکے فارغ
ہونے تک آپ خاموش رہتے۔ اور آپ پردیسی آدمی کی گفتگو اور سوال میں بے تمیزی کرنے پر تحمل فرماتے تھے اور کسی کی بات
نہیں کاٹتے تھے یہانتک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا تب اسکو کاٹ دیتے خواہ منع فرما کر یا اٹھکر چلے جانے سے (یہ رنگ تھا مجلس عام کا)
یہ برتاؤ تو اپنے تعلق والونکے ساتھ تھا اور مخالفین کیساتھ جو برتاؤ تھا اُسکا بھی کچھہ بیان کرتا ہوں (۱۸) حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت
ہے کہ (کسی موقع پر آپسے) عرض کیا گیا یا رسول اللہ مشرکین پر بد دعا کیجئے آپنے فرمایا میں کوسنے والا کرکے نہیں بھیجا گیا
میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں (مسلم) **ف** اسلئے آپکی عادت دشمنوں کیلئے بھی دعائے خیر ہی کرنیکی تھی اور کبھی
کبھار اپنے مالک حقیقی سے فریاد کے طور پر کچھہ کہدینا کہ انکی شرارت سے آپکی حفاظت فرمائے یہ اور بات ہے (۱۹) حضرت
عائشہؓ سے ایک لمبا قصہ طائف کا منقول ہے جسمیں آپکو کفار کے ہاتھ سے اسقدر اذیت پہونچی جسکو آپنے جنگ احد کی تکلیف سے
بھی زیادہ سخت فرمایا ہے اسوقت جبریل علیہ السلام نے آپکو پہاڑونکے فرشتہ سے ملایا اور اس نے آپکو سلام کیا اور عرض کیا
اے محمد میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھکو آپکے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھکو حکم دیں اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑ
کو ان لوگوں پر لا ملاؤں (جسمیں یہ سب پس جاویں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں
کہ (شاید) اللہ تعالیٰ انکی نسل سے ایسے لوگ پیدا کردے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور اُسکے ساتھہ کسیکو شریک نہ کریں (بخاری و
مسلم) **ف** دیکھئے اگر اُسوقت ہاتھ سے بدلا لینے کا موقع نہ تھا تو زبان سے کہنا تو آسان تھا خصوص جب آپکو یہ بھی یقین دلا دیا
گیا کہ زبان ہلاتے ہی سب تہس نہس کردئے جاوینگے مگر آپنے پھر بھی شفقت ہی سے کام لیا یہ برتاؤ اُن مخالفین سے تھا
جو آپکے مد مقابل تھے بعضے مخالفین آپکی رعایا تھے جنپر باضابطہ بھی قدرت تھی انکے ساتھ بھی برتاؤ سنئے (۲۰) حضرت
علیؓ سے ایک لمبا قصہ منقول ہے جسمیں کسی یہودی کا جو کہ مسلمانوں کی رعیت ہو کر مدینہ میں آباد تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذمہ کچھہ قرض تھا اور اس نے ایک بار آپکو اسقدر تنگ کیا کہ ظہر سے اگلے دن صبح تک آپکو مسجد سے گھر بھی نہیں
جانے دیا لوگوںنے دھمکاتے پر آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے اسی
قصہ میں ہے کہ جب دن چڑھا تو یہودی نے کہا اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله اور یہ بھی کہا کہ
میں نے تو یہ سب اسلئے کیا تھا کہ آپکی صفت جو توراۃ میں ہے کہ محمد عبد اللہ کے بیٹے ہیں آپکی پیدائش مکہ میں ہے اور ہجرت
کا مقام مدینہ ہے اور سلطنت شام میں ہوگی (چنانچہ بعد میں ہوئی) اور آپ سخت خو ہیں نہ درشت مزاج ہیں نہ
بازاروں میں شور وغل کرنیوالے ہیں اور نہ بیحیائی کا کام نہ بیحیائی کی بات آپکی وضع ہے مجھکو اسکا دیکھنا تھا کہ دیکھوں
آپ ہی ہیں یا نہیں سو دیکھہ لیا آپ ہی ہیں) اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله الخ (بیہقی)
بجز دو حدیثوں کے جنمیں شمائل کا نام ہے باقی سب حدیثیں مشکوٰۃ کی ہیں **مشورہ** اگر ان ہی تھوڑی سی حدیثوں کو
روز مرہ ایک ہی بار پڑھ لیا کرو یا سن لیا کرو تو پھر دیکھہ لوگے تم کیسی جلدی کیسے اچھے ہو جاؤ گے۔ **کتبہ اشرف علی** ❊

۳۶

گر بگویم متہم دارد مرا ‏ ورنہ گویم چہ شود این ماجرا

فال بد رنجور گرداند ہمے ‏ آدمے را کہ نبودستش غمے

قول پیغمبرؐ قولہ یفرض ‏ ان تمارضتم لدنیا تمرضوا

گر بگویم او خیالے بر زند ‏ فعل دارد زن کہ خلوت میکند

مر مرا از خانہ بیرون میکند ‏ بہر فسقے فعل و افسون میکند

جامہ خواب افگند اوستا و فتاد ‏ آہ آہ و نالہ از وے می بزاد ۱۱۷

کودکان آنجا نشستند و نہان ‏ درس میخواندند با صد اندہان

کاین ہمہ کردیم و ما زندانییم ‏ بد بنائے بود و ما بد بانییم

ہین دگر اندیشۂ باید نمود ‏ تا ازین محنت فرج یابیم زود

اُستاد وہم اور خوف کے سبب بہت ہی نحیف ہو گیا وہ اُٹھا اور اپنا کمبل اٹھا کر چلدیا۔ بیوی پر نہایت غصہ تھا کہ میں اس حالت میں تھا اور اُس نے پیشتر سے نہ پوچھا کہ تیری رنگت زرد ہے تجھے کیا تکلیف ہے اور مجھے میری رنگت پر مطلع نہ کیا۔ جی وہ کیوں کرتی وہ تو خدا سے چاہتی ہے کہ یہ کہیں مرے اور میری زوجیت کی عار سے اُسکا پیچھا چھوٹے وہ اپنے

غرور حسن میں مست ہے اُسے اتنی بھی خبر نہیں کہ میری بیماری لوگوں میں مشہور ہو گئی غرض وہ اسی
پیچ و تاب میں مکان تک پہونچا اور زور سے دروازہ کھولا۔ لڑکے بھی اُستاد کے پیچھے پیچھے آرہے
تھے کیونکہ اُنکو ابھی چھٹی نہ ملی تھی۔ عورت نے انکو بے وقت آتا دیکھکر پوچھا کہ خیر تو ہے آپ آج
اسوقت کیسے چلے آئے خدا نکرے کہ آپ کو کوئی نقصان پہونچا ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ اندھی ہو گئی
ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہے میری حالت اور میری رنگت دیکھہ لے۔ غضب ہے کہ میرے غم میں
دوسرے لوگ تو کڑھتے ہیں اور تو گھر میں رہکر بغض و نفاق کے سبب میری حالت نہیں دیکھتی
کہ میں بھن رہا ہوں۔ اُس نے کہا جناب آپ تو اچھے خاصے ہیں کوئی نقصان بھی آپکے اندر نہیں
محض بے معنی اور فضول توہم اور خیال فاسد ہے اُستے کہا کہ چھنال تو اب تک بھی جھتیں ہی نکال
رہی ہے مجھے نہیں دیکھتی کہ میری حالت میں کسقدر تغیر آگیا ہے اور میں کیسا کانپ رہا ہوں
اگر اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور۔ ہم خود اپنی تکلیف اور رنج و غم میں مبتلا ہیں۔
اُسنے کہا کہ جناب آپ فرمائیں تو میں آئینہ لاکر آپکو آپ کی حالت دکھلادوں تاکہ آپ جان لیں
کہ میں اس معاملہ میں بے قصور ہوں اُسنے کہا جا دُور ہو خدا کرے نہ تو بچے نہ تیرا آئینہ۔ سب تباہ ۱۱۸
ہوں۔ تو ہمیشہ عداوت اور دشمنی اور ضد ہی کرتی رہی جا میرا بستر بچھا دے میرا سر بھاری ہو رہا ہے
ذرا سو رہوں۔ عورت نے بستر بچھانے میں توقف کیا سمجھا کہ شاید سمجھہ جائیں مگر اُس نے ڈانٹا کہ
اری دشمن جلدی سے بچھا دے اسوقت تجھے ایسا کرنا چاہئیے خیر بڑی بی بستر لے آئی اور لاکر بچھا دیا
دل میں جل رہی تھی لیکن کچھہ کہہ نہ سکتی تھی سوچتی تھی کہ میں کچھہ کہتی ہوں تو مجھے متہم سمجھے گا اور اگر
نہیں کہتی تو یہ قصہ سچ ہوا جاتا ہے اور یہ یقیناً بیمار ہو جائیگا کیونکہ جو آدمی بیمار نہ ہو اور اپنے کو
بیمار کہے تو وہ واقع میں بیمار ہو جاتا ہے اسلئے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
کو صحیح سمجھنا لازمی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اے منافقین اگر تم ہمارے سامنے بیمار بنکر آؤگے
تو تم واقع میں بیمار ہو جاؤگے اور اگر کہتی ہوں تو وہ خیال کریگا کہ عورت کوئی حرکت کرنا چاہتی ہے
اسلئے مجھے ٹالتی ہے اور تنہائی چاہتی ہے یہ اسکی ایک چال ہے کہ مجھے تو صحت کا یقین دلاکر
گھر سے نکالتی ہے اور خود حرامکاری کریگی ان تمام باتوں پر نظر کرکے اُس نے بدنامی پر بیماری
کو ترجیح دی اور بستر بچھا دیا۔ استاد صاحب لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے لڑکے بھی

بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پڑھنے لگے انکو اسکا رنج تھا کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا پھر بھی ہم قید میں گرفتار ہیں ہماری عمارت بُری تھی اور ہم بُری عمارت بنانے والے نکلے۔ اچھا اب کوئی اور تدبیر کرنی چاہیئے کہ اس مصیبت سے چھوٹکر خوشی حاصل کریں۔

شرح شبیری

اُستاد معلم کا وہم وخیال کی وجہ سے بیمار ہو جانا

گشت اُستا سخت سست از وہم و بیم — بر جہید و مے کشانید او گلیم

یعنی استاد وہم وخوف کی وجہ سے بہت سُست ہو گیا تو اٹھا اس حالت میں کہ کمبل کھینچتا تھا۔

۱۱۹

خشمگین با زن کہ مہر او ست سست — من بدین حالم نہ پرسید او نخست

یعنی بیوی پر غصہ میں تھا کہ اسکی محبت سست ہے کہ میں اس حال میں ہوں اور اُسنے پہلے نہ پوچھا۔

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من — قصد دارد تا رہد از ننگ من

یعنی اُسنے خود مجھے میری (تغیر) رنگ سے آگاہ نہیں کیا وہ تو یہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ سے چھوٹ جاوے

او بحسن و جلوہ خود مست گشت — بیخبر کز بام من افتاد طشت

یعنی وہ اپنے حسن و جلوہ میں مست ہے اور وہ اس سے بیخبر ہے کہ میری بیماری مشہور ہو گئی ہے۔

آمد و در را بہ تندی بر کشاد — کودکان اندر پئے آن اوستاد

یعنی آیا اور دروازہ سختی سے کھولا اور لونڈے اُس اُستاد کے پیچھے پیچھے۔

گفت زن خیرست چون زو آمدی کہ مبادا ذات نیکت را بدے

یعنی عورت بولی کہ خیر ہے جلدی کیسے آ گئے کہ آپکی ذات نیک کو کوئی بُرائی نہ ہو۔

گفت کوری رنگ و حال من ببین از غم بیگانگان اندر حنین

یعنی وہ معلم بولا کہ اندھی ہے میرا رنگ اور میری حالت دیکھ کہ میری تکلیف سے بیگانے رنج میں ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق می نہ بینی حال من در احتراق

یعنی تو گھر کے اندر بغض و نفاق کی وجہ سے میرا حال جلنے میں دیکھتی نہیں ہے یعنی میں بخار کے مارے جل رہا ہوں اور کمبخت تجھے گھر کے اندر رہکر خاک خبر نہیں۔

۱۲۰ گفت زن اے خواجہ رنجی نیستت وہم و ظن و لاش بے معنیستت

یعنی عورت نے کہا کہ اے خواجہ آپکو کوئی تکلیف نہیں ہے وہم و ظن لاشے اور بے معنی تم کو ہو گیا ہے

گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج می نہ بینی در تغیر وارتجاج

یعنی بولا کہ اری مکار تو ابھی لڑائی میں ہے تو میرا تغیر اور کانپنا نہیں دیکھتی۔

گر تو کور و کر شدی مارا چہ جرم ما درین رنجیم و در اندوہ و کرم

یعنی بولا کہ اگر تو کور و کر ہو جاوے تو ہماری کیا خطا ہم تو اس تکلیف اور غم اور مصیبت میں ہیں۔ یعنی وہ بیوی سے بولا کہ میں تو اس حال میں ہوں اور تو اچھا بتا رہی ہے تو میری کیا خطا ہے۔

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ تا بدانی کہ ندارم من گنہ

یعنی بیوی نے کہا کہ میاں میں آئینہ لے آؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میری خطا نہیں ہے۔

گفت رو رو چہ تو چہ آئینہ ات　　دائما در بغض و کینے و عنت

یعنی وہ بولا کہ جا جا کیا تو اور کیا تیرا آئینہ تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں رہتی ہے

جامۂ خواب مرا زو گستران　　تا بخسپم کہ سر من شد گران

یعنی میرا بستر جلدی بچھادے تاکہ میں سو رہوں کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے۔

زن توقف کرد مردش بانگ زد　　کاے عدو زوتر ترا این مے سزد

یعنی عورت نے (بچھونا کرنے میں) توقف کیا (تاکہ وہم زائل ہو جاوے) تو اُس مرد نے اُس کو آواز دی کہ اری دشمن تجھے یہی لائق ہے (کہ ہم مر رہے ہیں اور تو بیٹھی ہوئی ہے)

۱۲۱

اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور وہم و تکلیف کیوجہ سے رُونا

جامۂ خواب آورد و گسترد آن عجوز　　گفت امکان نے و باطن پر ز سوز

یعنی وہ بڑھیا بستر لائی اور بچھا دیا بولنے کی تو طاقت نہیں اور اندر سے جل رہی تھی (اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہی تھی کہ)

گر بگویم متہم دارد مرا　　ور نہ گویم جد شود این ماجرا

یعنی اگر کہتی ہوں تو یہ مجھے متہم کریگا اور اگر نہیں کہتی ہوں تو یہ بات سچ ہوئی جاتی ہے۔ یعنی سچ مچ بیمار ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

فال بد رنجور گرداند ہمے　　آدمی را کہ نبودستش غمے

یعنی فال بد اُس آدمی کو بھی بیمار بنا دیتی ہے جسکو کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔

قول پیغمبر قبولہ یفرض ان تمارضتم لدنیا تمرضوا

یعنی قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہے تو اُسکا قبول کرنا فرض ہے (اور وہ یہ ہے کہ) اگر تم دُنیا کیلئے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے حدیث میں منافقین کیلئے ہے اگر تم بہانہ کر کے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے اُسکو مولانا نے یہاں چسپاں فرما دیا ہے آگے پھر اُس عورت کے دل کی باتونکو بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ۔

گر بگویم او خیالے بر زند فعل دارد زن کہ خلوت میکند

یعنی اگر میں کہتی ہوں تو وہ یہ خیال کریگا کہ عورت کوئی فعل کرنا چاہتی ہے کہ جو خلوت کرتی ہو مطلب یہ کہ اسنے کہا کہ اگر مین کہتی ہوں کہ تم تو اچھے خاصے ہو جاکر پڑ رہاؤ تو وہ سمجھے گا کہ کوئی یار ہے اسکو بلانے کے لئے خلوت کرنا چاہتی ہے۔

مرمرا از خانہ بیرون میکند بہر فسقے فعل و افسون میکند

یعنی (سمجھے گا) کہ مجھے گھر سے باہر کرتی ہے اور کسی کام کے لئے یہ کام اور چالاکی کرتی ہے۔ خیر دل میں یہ سب سوچا مگر بستر بچھا دیا۔

جامہ خواب افگند و استا اوفتاد آہ آہ و نالہ ازوے می بزاد

یعنی اسنے بستر بچھا دیا تو استاد جی گر پڑے اور آہ آہ اور نالہ و بکا اس سے پیدا ہوا۔

کودکان آنجا نشستند و نہان درس میخواندند با صد اندہان

یعنی لڑکے وہاں بیٹھے ہوئے اور چپکے چپکے سبق سو غمو نکے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

کاین ہمہ کردیم و ہم زندانئیم بد بنائے بود و ما بد بانئیم

۱۲۲

یعنی کہ ہم نے یہ سب کچھہ کیا اور ہم قیدہی ہیں یہ سب بُری بناتھی اور ہم بُرے باقی ہیں مطلب یہ کہ چونکہ استاد نے کہا کہ گھر پر بیٹھ کر پڑہو اور میں لیٹتا ہون تو وہ اس غم میں سے کہ افسوس کہ اسکو بیمار بھی تدبیر سے ڈالا مگر پھر بھی کچھہ نہ ہوا ہم قیدی کے قیدی ہی رہے اسکے بعد بولے کہ۔

ہیں دگر اندیشہ باید نمود — تا ازین محنت فرح یابیم زود

یعنی ارے کوئی دوسری فکر کرنی چاہیئے تاکہ اس مصیبت سے ہم جلدی سے خوشی حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ ایسی تدبیر سوچو کہ اس سے بھی چھوٹیں تو اسی لڑکے نے پھر تدبیر کی جسکو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

۱۲۳

گفت آن زیرک کہ ای قوم پسند	درس خوانید و کنید آواز بلند
چون ہمی خواندند گفت ای کودکان	بانگ ما استاد را دارد زیان
درد سر افزاید استا را ز بانگ	ارزد این کو درد یابد بہر دانگ
گفت استا راست میگوید روید	درد سر افزون شدم بیرون شوید
سجدہ کردند و بگفتند ای کریم	دور بادا از تو رنجوری و بیم
پس برون جستند سوی خانہا	ہمچو مرغان در ہوای دانہا

ما دران شان خشمگین گشتند و گفت | روز کتاب و شما با لہو جفت
وقت تحصیل ست اکنون و شما | مے گریزید از کتاب اُستا
عذر آوردند کاے مادر تو بیست | این گنہ از ما و از تقصیر نیست
از قضائے آسمان استاد ما | گشت رنجور و سقیم و مبتلا
ما دران گفتند مکر ست و دروغ | صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ما صباح آئیم پیش استا | تا ببینیم اصل این مکر شما
کودکان گفتند بسم اللہ روید | بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بامدادان آمدند آن مادران | پرسش استا ز ہر گوشہ روان
خفتہ استا ہمچو بیمار گران | درد سر را سر بہ بستہ چون زنان
ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف | سر بہ بستہ رو کشیدہ در سجاف
آہ آہے میکند آہستہ او | جملگان گشتند ہم لاحول گو

(۱۲۴)

(باقی آئندہ)

قولہ گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ

فی المقاصد الحسنۃ لا تتمارضوا فتمرضوا ذکرہ ابن ابی حاتم فی العلل عن ابن عباس وقال عن ابیہ انہ منکر و اسندہ الدیلمی من جہۃ ابی حاتم الرازی ثنا عاصم بن ابراھیم عن المنذر بن النعمان عن وھب بن قیس بہ مرفوعا وعلی کل حال فلا یصح وان وقع لبعض اصحابنا اھ قلت لا یلزم من عدم الصحۃ عدم ثبوتہ مطلقا ولو بسند ضعیف۔

قول الشارح المؤمن مرآۃ المؤمن۔ اخرجہ ابوداؤد کما فی الجامع الصغیر

قول الشارح اتقوا

اگر یک سر موئے برتر پرم ؛ فروغ تجلی بسوزد پرم اھ

شعر مثنوی۔ گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ۔ الخ

مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ حدیث کہ تم بیماروں کی سی صورت مت بناؤ کہ سچ مچ بیمار ہو جاؤ گے ذکر کیا اس کو ابن ابی حاتم نے علل میں حضرت ابن عباس سے اور ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دیلمی نے اس کو ابی حاتم رازی کی جہت سے بسند بیان کیا ہے کہ ہم سے عاصم بن ابراہیم نے منذر بن نعمان سے اور انہوں نے وہب ابن قیس سے اسکو مرفوعاً روایت کیا اور ہر حال میں یہ حدیث صحت کو نہیں پہونچی اگرچہ ہمارے بعض اصحاب کے کلام میں واقع ہوئی ہے اھ میں کہتا ہوں کہ صحت کے درجہ تک (جو کہ ثبوت کا اعلیٰ درجہ ہے) نہ پہونچنے سے مطلقاً عدم ثبوت لازم نہیں آتا اگرچہ سند ضعیف ہی سے ہو۔

صاحب کلید کا قول المؤمن مرآۃ المؤمن اسکو ابوداؤد نے روایت کیا جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔

صاحب کلید کا قول اتقوا فراسۃ

فراسة المؤمن فانہ ینظر
بنور اللہ اخرجہ الترمذی وغیرہ
کما فی الجامع الصغیر۔

قولہ رجعنا الخ اخرج الدیلمی عن
جابر قال قدم علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قوم غزاة
فقال قدمتم خیر مقدم قدمتم
من الجہاد الاصغر الی
الجہاد الاکبر مجاہدة
العبد ہواہ کذا فی
کنز العمال۔

قول الشارح
اعدی الخ قلت اخرج
البیہقی مرفوعا بلفظ
اعدی عدوک
نفسک التی بین جنبیک
کما فی کنوز الحقائق

قول ہر کہ ترسید از حق وتقوی گزید
ترسد ازوے جن وانس وہر کہ دید۔
فی المقاصد الحسنة من خاف اللہ
خوف منہ کل شیئ الحدیث

المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ روایت کیا
اسکو ترمذی وغیرہ نے جیسا کہ جامع صغیر
میں ہے۔

قول مثنوی رجعنا من الجہاد
الاصغر الی الجہاد الاکبر دیلمی نے حضرت
جابر سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ غزوہ کرنے
والے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم بہت اچھا
آنا آئے (کیونکہ) جہاد اصغر سے جہاد اکبر
کی طرف آئے یعنی مجاہدہ کرنا بندہ کا اپنے
ہوائے نفسانی سے اسیطرح ہے کنز العمال میں

صاحب کلید کا قول اعدی عدوک الخ
میں کہتا ہوں کہ روایت کیا اسکو بیہقی نے
مرفوعا ان الفاظ سے کہ تیرا سب سے بڑا
دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں
کے درمیان ہے جیسا کہ کنوز الحقائق
میں ہے۔

شعر مثنوی ہر کہ ترسید از حق وتقوے
گزید ترسد ازوے جن وانس وہر کہ دید
مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ حدیث کہ جو شخص
اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز

ابو الشیخ فی الثواب والدیلمی والقضاعی عن واثلۃ والعسکری عن الحسین بن علی کلاھما بہ مرفوعا ولفظ العسکری من خاف اللہ اخاف اللہ منہ کل شیئ وھو عندہ عن ابن مسعود من قولہ بزیادۃ الشق الآخر وقال المنذری فی ترغیبہ رفعہ منکر وفی الباب عن علی وبعضھا یقوی بعضا

ڈرتی ہے روایت کیا اس کو ابو الشیخ نے ثواب میں اور دیلمی قضاعی نے واثلہ سے اور عسکری نے حسین بن علیؓ سے مرفوعاً اور عسکری کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے خائف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اوس سے خائف کر دیتا ہے اور یہ حدیث عسکری کے نزدیک ابن مسعود سے مع زیادت دوسرے جزو کے اون ہی کا قول مروی ہے اور منذری نے اپنی ترغیب میں کہا ہے کہ اسکا مرفوع کرنا منکر ہے اور اس باب میں حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے اور بعض روایات بعض کی تقویت کرتی ہیں۔

قولہ من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف

قول صاحب مثنوی من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف۔ مؤلف تشرف کہتا ہے کہ جن بعض رسائل سے یہ تخریج نقل کر رہا ہوں اس میں اس قول کی تخریج نہیں کی یہ میں نے بڑھایا ہے کہ یہ الفاظ تو منقول نہیں دیکھے گئے لیکن دوسرے منقول الفاظ سے یہ قول ماخوذ ہو سکتا ہے وہ

قال اشرفعلی انظر تحقیقه فی ترجمة التشرف المسمی بتکمیل التصرف المتعلقة بهذا المقام

ماخوذ الفاظ یہ ہیں انا جلیس من ذکرنی مقاصد حسنہ میں ہے کہ اسکو دیلمی نے بلا سند حضرت عائشہ رضؓ سے مرفوعاً اسی لفظ سے روایت کیا ہے اور بیہقی کے نزدیک شعب الایمان کے باب ذکر میں حسین بن حفص کی روایت سے اور وہ سفیان سے اور وہ عطاء بن ابی مروان سے روایت کرتے ہیں کہ مجھسے ابی بن کعب نے روایت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ایک سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ میں اس شخص کا جلیس ہوں جو میرا ذکر کرے اور ابو الشیخ کے نزدیک عبد اللہ ابن عمیر کی روایت سے اور وہ کعب سے روایت کرتے ہیں اور ثور بن یزید کی روایت سے اور وہ عبدہ سے روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا کہ یَا مُوسیٰ اَنَا جَلِیسُ مَنْ ذَکَرَنِی اھ اس حدیث سے حدیث متن اس طرح ماخوذ ہو سکتی ہے کہ حدیث مقاصد سے حق تعالیٰ کا جلیس اہل ذکر ہونا ثابت ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ عقلی بدیہی ہے کہ اگر ایک ہی شخص کے دو جلیس ہوں، تو وہ باہم بھی جلیس ہوتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ ذاکر کا جلیس ہے اور دوسرا شخص بھی ذاکر کا جلیس ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کا بھی جلیس ہوگا اور اہل ذکر و اہل تصوف مرادف ہیں تو اہل تصوف کے جلیس کا جلیس حق ہونا ثابت ہوگیا اور یہی تفصیل ہے حضرت مرشدیؒ کے ارشاد کی کہ حدیث میں اہل التصوف کا تو لفظ نہیں مگر اہل الذکر کا لفظ ہے آہ سو لفظ اہل الذکر کے ورود کی یہ صورت ہے جو احقر نے لکھی غرض یہ روایت بالمعنی ہے جو کہ مثل روایت باللفظ کے معتبر ہے۔

۲۴

(باقی آئندہ)

اسکے بعد ایک شخص نے دریافت کیا کہ اگر دونوں بی بیاں اپنے باپ کے گھر کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوں تو کیا کرنا چاہیئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو یہی عدل سمجھتا ہوں کہ دونوں کو برابر رکھا جاوے۔

(۳۹) فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ہر شخص کے ساتھ جُدا معاملہ ہوتا ہے اور ہر ایک کی تربیت جُدا طرح سے کرتے ہیں جسکی جیسی حالت ہوتی ہے اُسکے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں اور جو مشائخ اسکی رعایت نہیں کرتے انکی نسبت ایک شعر فرمایا ؎

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود   گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

(۴۰) اور فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے بزرگون کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر شخص کی لیاقت کے موافق تعلیم کیا کرتے تھے۔ کسیکو گھر کا کام بتا دیا۔ کسیکو کوئی خدمت سپرد کر دی۔ اسمیں اُنکی تکمیل ہو جاتی تھی۔ اب تو یہ ہو رہا ہے کہ ہر شخص کو چوبیس ہزار اسم ذات بتا دیا جاتا ہے۔ چاہے بیچارہ مرے یا زندہ رہے۔ بلکہ اب تو اکثر یہی نہیں کہ اسم ذات ہی بتا دیں بلکہ خود تصنیف کر کے جو دل میں آتا ہے انکو لیس بتا دیتے ہیں۔ یہ اسپر فرمایا تھا کہ ایک شخص نے درود شریف کی کتاب تصنیف کی تھی اور اسمیں بہت الفاظ ایسے تھے کہ بالکل شریعت پر منطبق نہیں ہوتے تھے اور فرمایا کہ میں تو اپنے دوستونکو دلائل الخیرات کے بارے میں بھی یوں کہدیتا ہون کہ دلائل الخیرات کی ایک بڑی منزل پڑھکر دیکھ لو۔ اسمیں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ بس اتنے ہی وقت میں وہ درود شریف پڑھ لیا کرو جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اسکو ساری اُمت نماز میں پڑھتی ہے اور حضور سے منقول ہے۔

(۴۱) فرمایا اس طرف کے اکثر لوگون میں دین کی سمجھ بہت ہے اب آخر زمانے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قلوب پر بہت اثر تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صاف صاف فرما دیا کرتے تھے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تواضع غالب تھی۔ دونوں حضرات کامل تھے امام تھے مگر شان ہر ایک کی جُدا تھی۔

(۴۲) فرمایا کہ مسئلہ مولود میں ایک باریک بات ہے جو عوام کے سامنے ذکر کرنے کی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اسکو لوگ تعبد سمجھکر کرتے ہیں اور اسکے واسطے نقل کی ضرورت ہے۔

اور نقل ابھی تک نہیں ملی اور مانعین کی نظر اسی پر ہے اور عام لوگ اسکو نہیں سمجھتے اور اسی لئے ان لوگون کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر رسول سے منع کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جیسے کوئی شخص یون کہے محمد محمد تو اب یہ بات معلوم کرنے کی ہے کہ یہ عبادت ہے یا نہیں سو اسکے واسطے نقل نہیں ہے۔

(۴۳) فرمایا کہ اس فن تصوف میں ضرورت ہے اجتہاد کی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے مجدد تھے بہت بڑے محقق تھے حضرت کی تحقیق بہت پاکیزہ تھی کہیں سنت کے خلاف نہین چلتے تھے۔

(۴۴) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھے اپنے رنگ پر سمجھتا ہے اور میں ہر ایک کے رنگ سے جدا ہوں۔ میری ایسی مثال ہے جیسے پانی کی کہ اسمیں کوئی رنگ نہیں مگر جس بوتل میں بھرو اسی رنگ کا معلوم ہونے لگتا ہے۔ میں اسپر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من + وز درون من نہ جست اسرار من

نیز ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے الفاظ مثل متون کے تھے ہر شخص نہین سمجھتا تھا۔ الحمد للہ اب انکی شرح ہو گئی۔

(۴۵) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے میرے اوپر نہایت منکر فتوی دیا ہے وہ فتوے میرے ایک دوست کے ہاتھ آگیا وہ یون فرماتے تھے کہ اگر آپ فرماویں تو وہ فتوی میں آپکے پاس بھیجدوں میں نے کہا کہ نہیں بھائی مجھے کیوں لوگوں سے بدگمان کرتے ہو۔ اب تو احتمال ہی ہے پھر دیکھکر خط پہچان کر طبعاً یقین ہو جاویگا اور شرعاً یہ یقین جائز نہیں اور فرمایا کہ میں تو یہ شعر پڑھ دیا کرتا ہوں ؎

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق + ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا ہی تو وہ سچ کہتا ہے + پھر برا کہنے سے کیون اسکے برا مانتا ہی

اور فرمایا کہ یہ پڑھ دیا کرتا ہون ؎

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلا + کیا قیامت ہی مجھی کو سب برا کہنے کو ہین

۱۴

اور فرمایا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ ۔ ؎

خود گلا کرتا ہوں اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات ❊ ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

جب میں اپنے کچے چٹھے کو خود شائع کر دیتا ہوں تو اوروں کو کہنے سننے کی کیا ضرورت رہگئی۔

(۴۶) فرمایا کہ میاں سب جھگڑے ہیں مخلوق کی زبان کو کون بند کرے۔ اللہ تعالے اپنے دین کی خدمت میں مشغول رکھے اور قبول کرے پھر اگر ساری دُنیا بھی بُرا کہے تو کچھ پرواہ نہیں اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ احیاء العلوم کی طرح میری کتاب بھی جلائی گئی اور جیسے اُسکے مصنف پر کفر کا فتوے ہوا میرے اُوپر بھی کفر کا فتویٰ ہوا۔ پھر انہیں کے سامنے سونے کے پانی سے احیاء العلوم لکھی گئی اسیطرح سے الحمد للہ میری کتاب بھی جو لوگ کفر کا فتوے دیتے ہیں انہیں کے گھروں میں رکھی ہوتی ہے اور وہ اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور قریب قریب ایک لاکھ نسخوں کے چھپ بھی گئی اور غیر زبان والوں نے اپنی زبان میں ترجمہ بھی چھپوا لیا۔ میں تو اسپر بہت خوش ہوتا ہوں کہ باوجود مخالفت کے لوگ اُس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں بلکہ موافقت میں اتنی اشاعت ہوتی تو ایسی قدر ثابت ہوتی۔ جامع کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار ہمیشہ ان بن رکھتے تھے مگر آپکے کارناموں میں بالکل شک کی مجال نہ رکھتے تھے جانتے تھے کہ بات تو یہی ہے کہ جو یہ کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی تکفیر کرنیوالوں کے واسطے اپنے بیان میں یہ کہا تھا کہ ہم ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ تم اپنی جماعت میں چند لوگ منصف تجویز کر لو اور ان کافروں کے پاس بھیجدو کہ وہ انکا سارا کچا چٹھا اپنی آنکھ سے دیکھ لیں اور پھر اُن ہی سے دریافت کرو کہ ان کافروں کا کیا حال ہے۔ انشاء اللہ تعالے وہ خود اگر یوں کہدیں کہ تم ایمانداروں سے وہ کافر اچھے ہیں تب تو تکفیر سے توبہ کر لو ورنہ پھر سمجھ لو کہ ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد ❊ میلش اندر طعنہ پاکان برد

اور فرمایا کہ ہمارے یہاں تو یہ سکھایا گیا ہے کہ جب تم کو کوئی کافر کہے تو لا الہ الا اللہ پڑھ دو۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں عند اللہ مومن ہوں تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(۴۷) فرمایا کہ جہاں کسی نے ہاتھ میں تسبیح لے لی اور نفلیں پڑھنی شروع کیں تو لوگ

۱۵

یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ تو مالک الملک ہوگیا۔ ساری خدائی اُسی کے قبضہ میں سمجھنے لگتے ہیں۔

(۴۸) پنجاب سے ایک بہت لمبا چوڑا خط آیا تھا۔ سب کا خلاصہ یہ تھا کہ میری اشرفیاں گم ہوگئی ہیں وہ بتادو اور چند شخصوں کے نام لکھے تھے کہ میرا ان پر شبہ ہے۔ حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں اور اس عمل کو حرام بھی سمجھتا ہوں۔

(۴۹) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اکثر پیرزادوں کو بیعت نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی پیرزادوں میں سے کبھی پیرزادگی کا اثر نہیں جاویگا یہ چھوٹنا بہت مشکل ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا بہت ہی بڑے دانشمند تھے۔

(۵۰) فرمایا کہ بادشاہوں کو شوکت کی ضرورت ہے اور درویشوں کو شوکت کی ضرورت نہیں ہے چونکہ وہاں اگر شوکت نہ ہو تو آفت برپا ہوجاویگی اور یہاں کیا نقصان ہوگا۔ لہذا جن لوگوں کو انتظامی امور سے تعلق ہے وہ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ شوکت بھی ہو کیونکہ بدون اسکے انتظام عالم نہیں ہوسکتا۔ مگر شوکت اسلامی وہ چیز ہے کہ شوکت دُنیا اسکے سامنے گرد ہے ہیچ ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادے رہتے تھے مگر لوگوں کی ہمت بھی نہیں ہوتی تھی کہ سامنے بات کرسکیں لیکن حضرت کی خدمت میں بیٹھنے سے سوالات خودبخود حل ہوجایا کرتے تھے فرمایا کہ میں نے ایک روز عرض کیا کہ اگر باطن کے متعلق مجھے کوئی ضرورت ہوا کرے تو میں دریافت کرلیا کروں فرمایا کہ اچھا اسکے بعد صرف ایک بار ایک بات پوچھی۔ پھر مجھے تمام عمر کسی سوال کا وسوسہ بھی نہیں ہوا۔

(۵۱) ۸ رجب ۱۳۴۶ھ ایک صاحب کا خط آیا تھا جسمیں منجملہ اور امور کے یہ بھی لکھا تھا کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے اُسی روز سے برابر قرآن شریف پڑھکر بخش رہا ہوں اور انکے کپڑے بھی سب خیرات کردیئے مگر والد صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک تہمند باندھے ہوئے بالکل ننگے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر سے مشرف فرمایئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے یہ لکھدیا ہے کہ خواب کوئی مہتم بالشان چیز نہیں ہے جسکی اتنی فکر ہے اور فرمایا کہ اسکی تعبیر ہوسکتی تھی مگر اسکا سلسلہ ہی کیوں نہ منقطع کردیا جائے ورنہ تعبیر یوں ہوسکتی ہے کہ صدقے میں کوئی بات خلاف ہوگئی ہوگی اسلئے وہ خیرات نہ پہنچی ہو۔

(باقی آئندہ)

(ح) ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ایک ایسے عربی دان شخص کو جو کوئی مذہب بھی نہ
رکھتا ہو نہ قرآن شریف کا منکر ہو نہ اس پر ایمان رکھتا ہو یہ آتیں جن سے
معجزات مذکورہ ثابت ہوتے ہیں دکھلاؤ اور انصاف سے پوچھو کہ ان آیات سے کیا ثابت
ہوتا ہے وہ ہرگز یہ نہیں کہے گا کہ وہ مضامین نہیں ثابت ہوتے جو پرانے اہل اسلام نے سمجھے ہیں
بلکہ یہ ہی کہے گا کہ وہی مضامین ثابت ہوتے ہیں پھر اسکے سامنے وہ معنی پیش کرو جو اہل فطرت نے
لگائے ہیں اور پوچھو کہ یہ معنی ان آیتوں کے ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں کہے گا کہ ہو سکتے ہیں پھر ہم نہیں
سمجھتے کہ ایک کلام سے وہ معنی لینا جسکو وہ محتمل ہی نہیں تحریف نہیں تو کیا ہے۔ یہ سب اسی ذرا سے
جملہ کے مان لینے کے نتائج ہیں کہ خلاف فطرت ہونا محال ہے ہماری سمجھ میں یہ ہی نہیں آیا کہ خلاف
فطرت کا مفہوم کیا ہے اس مرکب میں دو لفظ ہیں خلاف اور فطرت خلاف کے معنی تو ظاہر اور مسلم
ہیں لیکن فطرت کے معنی بتانے چاہئیں غالباً اسکا ترجمہ عادت ہے یعنی عادت الہی سو اس میں دو طرح
سے کلام ہے اول تو یہ کہ عادت الہی نہ بدل سکنے کی کیا دلیل ہے کیا خدائے تعالیٰ کو بھی اپنی عادت
بدلنے پر قدرت نہیں جب ایک انسان کو بھی اپنی عادت بدلنے پر قدرت ہوتی ہے تو خدائے تعالیٰ
کی شان تو بہت بڑی ہے دوم یہ کہ عادت الہی کا کوئی احاطہ ایسا محدود کر کے تبلانا چاہیئے جس سے
تعیین ہو جائے کہ فلاں فلاں باتیں عادت الہی میں داخل ہیں اور اس سے باہر جو بات ہو وہ عادت
کے خلاف ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں باتیں ایسی پیدا ہو گئیں اور ہوتی چلی جاتی ہیں جو پہلے نہ تھیں
تار اور بے تار کا تار اور بجلی اور ہوائی جہاز اور دیگر ایجادات حال اسکی زندہ نظیریں ہیں کیا اسوقت میں جبکہ
یہ چیزیں نہ تھیں انکو جھٹلاتا اور یہ قطعی حکم لگا دینا صحیح تھا کہ یہ چیزیں خلاف فطرت ہیں اور کبھی نہ ہونگی
کیونکہ محال ہیں اور محال کا وجود ہو ہی نہیں سکتا یا اب اہل فطرت کے نزدیک کوئی حد قائم ہو گئی ہے
کہ ان موجودہ ایجادات سے علیحدہ کوئی چیز نئی نہیں ایجاد ہو سکتی خدا جانے آئندہ کیا کیا نئی چیزیں پیدا
ہونگی جو اس احاطہ فطرت سے خالی ہونگی جو اسوقت تک قائم ہوا ہے ثابت ہوا کہ فطرت اتنی بڑی
وسیع چیز ہے جسکا احاطہ نہیں ہو سکتا پھر کسی نئی بات کی نسبت بھی یہ کہنا کہ خلاف فطرت ہے کیسے
صحیح ہے جب کسی بات کو خلاف فطرت ہی کہنے کا کسی کا موقعہ نہیں تو یہ دعوے تو بہت دور ہے کہ
وہ محال ہے اور علے سبیل التنزل اگر مان بھی لیا جاوے کہ کوئی بات خلاف فطرت ہے تب بھی

۱۳۷

(ا) صاحبو ظاہر ہے کہ یہ استحالہ ایک دعوے ہے دعوے کیلئے دلیل کی حاجت ہے
محض یہ امر دلیل ہونے کے قابل نہیں کہ ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا اسلئے کہ اس کا
حاصل استقراء ہے اور استقراء [تجربہ ۱۲] میں چند جزئیات کا مشاہدہ ہوتا ہے انسے دوسرے
جزئیات [افراد ۱۲] پر استدلال کرنا قطعی نہیں ہو سکتا البتہ مرتبہ ظن [وہم و گمان ۱۲] میں دوسری جزئیات کے لئے
بھی اس حکم کو ثابت کہہ سکتے ہیں۔

(ح) اُسکا محال ہونا نامسلم ہے کیونکہ خلاف فطرت کو محال کہنا ایک دعوے ہے اور دعوے کے
ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل سوا اسکے کچھہ نہیں لا سکتے کہ ہم نے ایسا ہوتے
دیکھا نہیں اسکا ترجمہ عدم علم ہے یعنے ہمارے علم میں ایسا نہیں ہوا اور آپ کو معلوم ہوگا کہ عدم علم سے
علم عدم نہیں ہوتا مثلاً کلکتہ کے حالات ہم کو معلوم نہیں ہیں تو اس سے یہ دعوے ہم نہیں کر سکتے کہ
کلکتہ کے متعلق کچھہ حالات ہیں ہی نہیں۔ اسپر اصول موضوعہ نمبر اول میں کافی طور سے بحث ہو چکی
ہے سمجھہ میں آگیا ہوگا کہ دلیل کے مطالبہ کے وقت یہ کہہ دینا کہ ہم نے ایسا دیکھا نہیں کسقدر لچر بات
ہے اور اس جملہ میں دلیل بننے کی قابلیت ہرگز نہیں۔ اسکو استقراء کہتے ہیں جسکا ترجمہ تلاش یا تجربہ
ہے اور تجربہ کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ہے کہ چند افراد میں ایک بات کو پایا جاوے اس سے
دوسرے افراد کے بارہ میں بھی کسی وقت رائے قائم کر سکتے ہیں کہ دوسرے افراد میں بھی یہ بات ہوتی
ہوگی لیکن سب جانتے ہیں کہ یہ رائے قائم کرنا ظن اور خیال ہی کے درجہ میں رہ سکتا ہے یقین کے
درجہ تک نہیں پہونچ سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ ایک وہ آدمی جس نے ہندوستانی چند انسان دیکھے
ہوں وہ یقین کے درجہ میں یہ رائے قائم کرے کہ انسان کے تمام افراد کالے ہی ہو سکتے ہیں
جو گورا ہو وہ انسان ہی نہیں۔ جب استقرائی دلیل ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی تو اگر کوئی
دلیل اس سے قوی یعنی یقینی اسکے خلاف موجود ہو جاوے تو اسکو ترجیح ہوگی یا نہیں۔ ضرور ہوگی ورنہ
آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ مثال مذکور میں جب اُس شخص نے پہلے صرف چند ہندوستانی کالے آدمی
دیکھے تھے اور بعد میں گورے انگریز دیکھے کہ اس ظن کی بنا پر جو اُس نے کالوں کو دیکھکر قائم کرلیا
تھا کہ آدمی کو کالا ہونا بھی ضروری ہے اب انگریزوں کو انسان نہ کہے گو اس نے دلیل قطعی سے
یعنی مشاہدہ سے سمجھہ لیا کہ یہ بھی انسان ہیں اسوقت ایک طرف دلیل ظنی ہے اور ایک طرف قطعی۔

۱۳۸

(۱) لیکن یہ ظن وہاں حجت ہوگا جہاں اُس سے اقوے[زیادہ قوی ۱۲] دلیل اُسکے معارض نہ ہو اور وہاں بھی محض دوام کا حکم درجۂ ظن میں ہوگا۔ دوام سے ضرورت یعنی سلب امکان[خلاف ۱۲] عن الجانب المخالف ثابت نہیں ہوسکتا نفی امکان کیلئے مستقل دلیل درکار ہے۔ اور جہاں اقوے دلیل معارض ہو وہاں اس ظن کا اتنا بھی اثر نہ رہیگا بلکہ اس اقوے پر عمل ہوگا۔

(ح) کون ہے جو ایسا کہدے کہ اسوقت دلیل ظنی کو ترجیح دینی چاہیئے یا ترجیح دے سکتے ہیں جب ظنی دلیل کی یہ حالت ہے اور استقراء سے دلیل ظنی ہی حاصل ہوتی ہے تو اگر دوسری دلیل اس سے قوی ہو تو اُسکے مقابلہ میں کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے جیساکہ اصول موضوعہ ۔ میں مفصل ومدلل ثابت کیا جاچکا ہے حیرت ہو کہ یہ بہت ہی موٹی بات ہے اور سب کے نزدیک مسلم ہے لیکن طرز عمل ابنائے زمان کا اسکے خلاف ہے جس چیز کو خلاف فطرت سمجھتے ہیں اُسکو ناممکن (محال) کہدیتے ہیں حالانکہ جو دلیل انکے پاس ہے وہ استقرائی ہے اور استقراء سے دلیل ظنی حاصل ہوتی ہے اسکو بمقابلہ دلیل شرعی قطعی کے ترجیح دیتے ہیں دیکھئے کیسی فاش غلطی ہے لطف یہ ہو کہ یہ جو جائز رکھا گیا ہے کہ استقراء سے یعنی بعض افراد کو دیکھکر دوسرے افراد پر کوئی حکم لگانا کسی موقع پر درست ہے تو اُسکا مطلب بھی یہ ہے کہ اگر کوئی دلیل اُسکے خلاف موجود بھی نہ ہوتی تب بھی تمام افراد پر حکم لگانا باین معنی ہوسکتا ہے کہ غالباً دوسرے افراد کے لئے بھی یہی حکم ہوگا اور اگر کبھی بھی اسکے خلاف نہ دیکھا تب بھی اتنا ہی کہہ سکیں گے کہ غالباً ہمیشہ یہی حکم ہوتا ہوگا نہ یہ کہ اسکے خلاف ہونا ناممکن ہے۔ خلاف کا ناممکن ہونا خود ایک دعوے ہے جسکے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اسکی توضیح ہم مثال مذکورسے کرتے ہیں کہ وہ شخص جس نے کالے ہی انسان دیکھے ہیں اسکو یہ جائز ہے کہ دل میں خیال کرلے کہ انسان کالے ہی ہوتے ہونگے کیونکہ ابھی اسکا استقراء یہیں تک پہونچا ہے یہ مرتبہ دلیل ظنی کا ہے لیکن اس خیال کو اس درجہ ترقی دیدینا کبھی درست نہیں ہوسکتا کہ جب گورے انسان بھی دیکھ لے تب بھی اسی پر جما رہے کیونکہ اب بمقابلہ اُس دلیل ظنی کے دوسری دلیل قطعی یعنی گورے انسانوں کا مشاہدہ پیدا ہوگیا اور اگر فرض کیا جائے کہ اُس نے گورے انسان تمام عمر دیکھے ہی نہیں تب بھی اس دلیل سے کہ اُسکے استقراء سے کالے ہی انسان دیکھنے میں آئے یہ حکم تو لگا سکتا ہے کہ انسان ہمیشہ کالے ہوتے ہیں بلفظ دیگر انسان کے لئے کالا ہونا دوام

(ا) پس جب نفی امکان کی کوئی دلیل نہیں اور دلیل اقوی بعض جزئیات کیلئے اُس حکم کے خلاف حکم ثابت ہونے پر قائم ہے پھر کیا وجہ کہ اُسی اقوی کو حجت نہ سمجھا جاوے۔

(ح) کے ساتھ ثابت ہے لیکن یہ بات کسی وقت بھی نہیں کہہ سکتا کہ ممکن نہیں کہ انسان کالے رنگ کے سوا دوسرے رنگ کے ہوسکیں بلفظ دیگر انسان کا گورا ہونا محال ہے اگر یہ کہیگا تو یہ ایک دعوے ہوگا جسکے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوگی یہ پھر یاد کرلیجئے کہ یہ دوام کا حکم بھی جب ہی ہے جبتک استقرار کے مقابل میں دوسری قوی دلیل یعنی گوروں کا مشاہدہ نہ ہوگیا ہو اور جب گورے انسان دیکھ لئے تب تو وہ استقرائی اور ظنی دلیل سب برباد ہوگئی اسی کا ترجمہ یہ ہے کہ دلیل ظنی پر عمل کرنا بمقابلہ دلیل قطعی کے درست نہیں اس تمام تقریر سے حضرت مدظلہٗ کی اس عبارت کا مطلب صاف ظاہر ہوگیا (البتہ مرتبہ ظن میں دوسری جزئیات کے لئے بھی اُس حکم کو ثابت کہہ سکتے ہیں لیکن یہ ظن وہاں حجت ہوگا جہاں اُس سے اقوی دلیل اُسکے معارض نہ ہو اور وہاں بھی محض دوام کا حکم درجہ ظن میں ہوگا دوام سے ضرورت یعنی سلب امکان عن الجانب المخالف ثابت نہیں ہوسکتا نفی امکان کے لئے مستقل دلیل درکار ہے اور جہاں اقوی دلیل معارض ہو وہاں اس ظن کا اتنا بھی اثر نہ رہے گا بلکہ اُس اقوی پر عمل ہوگا) ہماری تقریر سے اسکا مطلب پورا حل ہوچکا لیکن اس عبارت میں بعض الفاظ اصطلاحی ہیں اُنکا ترجمہ کرنا مناسب ہے دوام کے معنی ظاہر ہیں یعنی ہمیشگی۔ ضرورت کے معنی کسی چیز کا ضروری ہونا اسکو لازم ہے کہ اُسکے خلاف ہونا ناممکن (محال) ہو۔ اسیکو حضرت مصنف نے یوں فرمایا ہے یعنی سلب امکان عن الجانب المخالف جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جانب مخالف کا ممکن ہونا منفی ہے سلب کے معنی چھیننا یعنی منفی ہونا یا نہ ہوسکنا۔

زیادہ قوی ۱۲ | مخالف ۱۲

جب اس استقرائی دلیل کی یہ حالت ہے کہ اُس سے تمام افراد پر کوئی حکم جب کرسکتے ہیں جب کوئی دلیل بعضے افراد کیلئے خلاف اُسکے موجود نہ ہو اور اسکے خلاف کو ناممکن تو کبھی کہہ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس ناممکن کہنے کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور ایسی دلیل کوئی ہے نہیں تو اگر بعضے افراد کیلئے کوئی حکم اُس استقرار کے خلاف ثابت ہونے پر کوئی دلیل اُس استقرار کے خلاف زیادہ قوی ملجاوے تو کیا وجہ ہوگی کہ اُس قوی دلیل کو ترجیح نہ دیجاوے یا اُس قوی دلیل کو توڑ مروڑ کر اور بُری بھلی تاویل کرکے اُس ضعیف دلیل کے مطابق کیا جاوے۔ ہونا تو اسکے خلاف چاہیئے

مجالس[ع] المؤمنین میں جو شیعوں کی معتبر کتاب ہے عبد الجلیل قزوینی کا یہ قول نقل کیا ہے "و بہمہ حال رفتن محمد و بردن ابوبکر بے فرمان خدا نہ بود" تمام حالتوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سفر کرنا اور حضرت ابوبکر کا ہمراہ لیجانا بلا حکم خدا کے نہ تھا۔

نیز تفسیر حضرت امام حسن عسکریؒ کی یہ روایت سورہ بقرہ میں اس بات کے اثبات پر شافی دلیل ہے کہ حضرت صدیق کی سفر ہجرت کی رفاقت خدائے تعالےٰ کی خوشنودی اور حکم ایزدی سے ہوئی۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْعَلِيَّ الْأَعْلَى يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّ أَبَا جَهْلٍ وَالْمَلَاءَ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ دَبَّرُوا عَلَيْكَ قَتْلَكَ إِلَى أَنْ قَالَ وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنْ آنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَآزَرَكَ وَثَبَتَ عَلَى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ إِلَى أَنْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَرَضِيتَ أَنْ تَكُونَ مَعِي يَا أَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا أُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِي تَحْمِلُنِي عَلَى مَا أَدَّعِيهِ فَتَحْمِلُ عَنِّي أَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَّا أَنَا لَوْ عِشْتُ عُمْرَ الدُّنْيَا أُعَذَّبُ جَمِيعًا أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ مُرِيحٌ وَلَا فَرَحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَتَنَعَّمَ فِيهَا وَأَنَا مَالِكٌ لِجَمِيعِ مَمَالِيكِ مُلُوكِهَا فِي مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ أَنَا وَمَالِي وَوُلْدِي إِلَّا فِدَاءَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا جَرَمَ إِنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ انتهى ملخصًا۔

یعنی جبرائیل علیہ السّلام جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائے اور کہا اے محمد! حق تعالیٰ شانہ آپ کو سلام کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابوجہل اور اسکی قوم یعنی قریش نے پوری تدبیر کر کے آپکے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے لہذا آپ کو چاہیئے کہ علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنی جگہ چھوڑیں کہ وہ مثل اسمٰعیل (علیہ السّلام) کے جاں نثاری کرینگے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا رفیق سفر

[ع] مجلس پنجم صفحہ ۳۱۰ عبد الجلیل فاضل شیعی کے بہت سے مناقب مجالس المؤمنین میں مذکور ہیں ۱۲ منہ

بنائے اگر وہ موانست کریں اور اپنے عہد پر قائم رہیں تو جنت بلکہ اعلےٰ علیین میں آپکے رفیق ہونگے۔
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ماجرا علی (رضی اللہ عنہ) سے بیان فرمایا حضرت علی تو اپنے مارے جانے پر راضی ہوگئے بعدہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر! آپ راضی ہیں کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہوں اور کفار قریش جسطرح مجھے قتل کیلئے تلاش کریں اسیطرح آپکے قتل کے بھی درپے رہیں اور یہ بھی مشہور ہوجاوے کہ آپ ہی نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا ہے اور میری رفاقت کے سبب آپ کو قسم قسم کی تکلیفیں نوع بنوع کے عذاب پہونچیں، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپکی محبت کی وجہ سے سخت ترین بلاؤں میں مبتلا ہوں اور قیامت تک ان میں گرفتار رہوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑکر دُنیا کی سلطنت حاصل کروں۔ میری جان و مال، اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں ٹھکانہ پاؤنگا یہ سُنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپکی زبان آپکے دل کے موافق ہے تو بالیقین خدائے تعالےٰ آپ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور میرے ساتھ آپ کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور رُوح کو بدن سے ہے۔

اس روایت سے نہ صرف یہی بات ثابت ہوئی کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضؓ کو خدا کی اُس وحی اور حکم کی تعمیل میں شب ہجرت اپنے ہمراہ لیا تھا جسکے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سُلایا تھا بلکہ یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سفر کی رفاقت میں کامیاب رہے تو حق تعالےٰ شانہ کا وعدہ ہے کہ ان کو جنت میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے ہمراہ اعلیٰ علیین میں جگہ ملے گی اور انکی اس کامیابی کو چھپانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے وہ یقیناً اپنے عہد پر قائم رہے اور سفر ہجرت میں خود تکالیف جھیلیں لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ذرہ برابر آنچ نہ آنے دی۔

مولوی عمار علی صاحب شیعی نے بھی اس روایت کا تھوڑا سا حصہ اپنی **تفسیر عمدۃ البیان** میں نقل کیا ہے اور انھوں نے اسکے مضمون کے خبط کرنے میں بہت کچھ کوشش کی ہے مگر جب خود انکے دل کو کسی بات سے تسکین نہ ہوئی تو صفحہ ۵۰۷ پر یہ لکھکر جان بچا گئے کہ۔

اُنھوں نے تغیر و تبدیل دین کی تھی اسلئے اُنکے سب فضائل باطل ہوگئے

لیکن ایسا فرما دینا علماء کی شان کے خلاف ہے ضرورت تو اس امر کی تھی کہ آیت غار کے مقابل کوئی دوسری آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مذمت میں اور امام حسن عسکری کی اس روایت کے مقابل کوئی اس پایہ کی مضبوط روایت تردید میں پیش کیجاتی تو نہ اسطرح کی تردید میں بے سروپا باتیں تو خوارج بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے رہتے ہیں کہ بعد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ مرتد اور بددین ہو گئے تھے اور بعد میں آپکے تمام فضائل باطل ہو گئے تھے اور اس طرح جناب امیر کے مسلمہ فضائل پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں تو کیا اُن کی اس قسم کی ہزلیات تسلیم کیجا سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مناسب ہے کہ اس موقع پر ایک قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغۃ سے جو شیعوں کے نزدیک متواتر مانی گئی ہے نقل کر دیا جاوے جس سے مولوی عمار علی صاحب کے اس قول کی بھی تردید ہو جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں تغیر و تبدل کر دیا تھا اسلئے انکے سب فضائل باطل ہو گئے تھے"۔ کیونکہ اس روایت میں صراحۃً مذکور ہے کہ انھوں نے سنت کو قائم کیا اور دُنیا سے وہ صاف ستھرے اور پاک دامن تشریف لیگئے۔

لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ وَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّۃَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَۃَ ذَہَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ وَقَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَہَا وَسَبَقَ شَرَّہَا اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ رَحَلَ وَتَرَکَہُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَۃٍ لَا یَہْتَدِیْ فِیْہَا الضَّالُّ وَلَا یَسْتَیْقِنُ الْمُہْتَدِیْ۔	اللہ کے لئے تھی خلافت فلاں شخص کی بہ تحقیق اس نے سیدھا کیا کجی کو اور دوا کی بیماریوں کی اور قائم کیا اس نے سنت کو اور پیچھے ڈالا بدعت کو پاک دامن اور بے عیب گیا اس نے خلافت کی خوبی پائی اور اس کے شر سے پہلے چلا گیا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور خدا سے ڈرا جیسا کہ حق تھا اور اس حال میں (دُنیا سے) کوچ کیا کہ لوگوں کو راہوں شاخ در شاخ میں چھوڑ گیا جن میں گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں حاصل کر سکتا۔

نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر قسم اول

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ نہج البلاغۃ کے مصنف نے جناب امیر کے اس کلام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوشیاری سے لفظ فلاں نقل کر دیا ہے لیکن نہج البلاغۃ کے شارحین نے

اس چوری کو ظاہر فرما دیا ہے اکثر شارحین کہتے ہیں کہ اس سے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) مراد ہیں۔

جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اس کلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کجی کا سیدھا کرنیوالا پاک دامن سنت کا قائم کرنے والا اضداد سے ڈرنے والا فرمایا۔ کیا اس سے زیادہ انکے مومن ہونے کی شہادت اور کچھ بھی ہوسکتی ہے۔

کشف الغمہ میں جو علی بن عیسے کی تصنیف ہے اور شیعوں کی معتبر کتاب ہے حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ کی ایک روایت منقول ہے جسکو مناسب موقع سمجھکر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سئل ابو جعفر عن حلیۃ السیف هل یجوز قال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفه وقال الراوی انقول هکذا فوثب الامام علی مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق الله قوله فی الدنیا والآخرۃ

سوال کیا گیا امام محمد باقر رحمۃ اللہ سے تلوار کو زیور سے آراستہ کرنیکا کہ آیا وہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ جائز ہے ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو زیور سے آراستہ کیا تھا راوی نے کہا کہ کیا آپ اُن کو صدیق کہتے ہیں پس امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور فرمایا ہاں میں صدیق کہتا ہوں ہاں میں صدیق کہتا ہوں ہاں میں صدیق کہتا ہوں پس جو کوئی انکو صدیق نہ کہے نہ سچا کرے اللہ تعالے اُسکے قول کو دُنیا اور آخرت میں۔

اس روایت میں امام باقر رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ صدیق کا لقب شامل کیا اور راوی کے تعجب پر تنبیہاً و تاکیداً تین مرتبہ لفظ صدیق کا اعادہ فرمایا ہے اور محض خود ہی شامل نہیں فرمایا بلکہ جو شخص بھی ابوبکر صدیق نہ کہے اُسکے حق میں بددعا فرمائی ہے۔

نیز آیت غار کے تحت میں تفسیر قمی میں جو مذہب شیعہ میں نہایت معتبر ہو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہو جسکو مناسب موقعہ سمجھکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قال ابو عبد الله لما کان رسول الله فی الغار قال لابی بکر کانی انظر الی سفینة جعفر واصحابه تقوم فی البحر وانظر الی الانصار محتبئین فی افنیتهم فقال ابو بکر تراهم یا رسول الله قال نعم قال فارنیهم فمسح علی عینیه فراهم فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم انت الصدیق۔

(باقی آئندہ)

الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جسمین شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دیے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہی کہ ہر شخص کے پاس رہے۔ قیمت نو آنے۔ (۹؍)

امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ

۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ کے فتاوے بترتیب ابواب فقہیہ جلدین اولین دو روپے۔ (عہ؍)

ایضاً جلدین آخرین دو روپے (عہ؍)

ایضاً تتمہ اولیٰ و ثانیہ امداد الفتاوی اسمین ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے فتاوے ہیں۔ قیمت تین روپے چار آنہ۔

تفسیر بیان القرآن

اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہی۔ مولانا مدظلہم نے اسمیں ان امور کا التزام کیا ہی ترجمہ بامحاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کیلئے ف کے نشان سے تفسیر کی ہی ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں اتباع سلف کا التزام ہی مسائل فقہیہ کلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی ہی جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوئی ہی اسکو مقدم رکھا ہی۔ ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے ہر صفحہ کے ہر حصہ زیرین میں جدول بکر نیچے اختلاف قرأۃ حل لغات ضروری ترکیب۔ وجوہ بلاغت۔ توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں۔ پوری تفسیر بارہ جلدوں میں ہی۔ قیمت فی جلد عہ؍ کامل بیس روپے (عنہ؍)

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلے اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند کتاب یہ وہی کتاب ہی جسکے زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف وجوانب میں وبا پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا۔ وبا کے زمانہ میں جس مکان میں یہ پڑھی جاتی ہی وہ مکان محفوظ رہتا ہی قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے۔ (عہ؍)

مجموعہ واقدی۔ یعنی مغازی الرسول فتوح الشام فتوح المصر و فتوح العجم یہ عجیب و غریب مجموعہ ہی مگر ہے پرانی زبان میں۔ قیمت چھ روپے۔ ... ... (سے؍)

تاریخ حبیب الہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانحعمری معہ غزوات وغیرہ قیمت آٹھ آنے

قصص الانبیا کلان۔ قیمت دو روپے۔ ... ... (عہ؍)

حکایات الصالحین۔ قیمت آٹھ آنے | **تذکرۃ الاولیا۔** قیمت دو روپے آٹھ آنے

نزہتہ البساتین۔ قیمت تین روپے چار آنہ | **نیک بیبیان۔** قیمت پانچ آنے (۵؍)

فردوس آسیہ۔ اسمین خلفاء راشدین و اماموں کے حالات نہایت وضاحت سے جمع کیے ہیں قیمت عہ؍